جلد ۲۳ شمارہ ۳

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

امان 1360 ہش

مارچ 1981ء

ایڈیٹر غلام باری سیف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جمادی الاوّل ۱۴۰۱ھ

امان ۱۳۶۰ ہش

مارچ ۱۹۸۱ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مُدیرانِ اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت

مُبارک احمد صاحب ساقی لندن

کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

فہرست مضامین

پبلشر ..... چوہدری محمد ابراہیم صاحب

مطبع ..... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی - ربوہ

کتابت

محمد ارشد خوشنویس دارالصدر شرقی ربوہ

سال سے اُن کا ذکر کر دیا گیا۔ اور پھر اُس کے مصادق کو عین انہی تاریخوں میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے کھڑا کیا۔ جو قرآن اور حدیث میں اس کے ظہور کے لئے مقرر کی گئی تھیں یہ خدا تعالیٰ کا ایسا عظیم الشان نشان ہے جس پر غور کرنے سے اُس کی ہستی اور قدرت پر زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے اور جو شخص تعصّب سے خالی ہو اُسے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب ہے۔" (تفسیر کبیر تفسیر سورۃ فجر)

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت ۔۔۔۔ ۔۔۔ نے صدی کے اختتام پر ربوہ میں ایک تاریخی اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

"ہمیں چودہویں صدی نے مہدی دیا جس کے آنے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی قوت قدسیہ کی تاثیر سے زندہ خدا کے ساتھ زندہ رشتہ پیدا ہوگیا۔ ہم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی محبّت دلوں میں گاڑ دی اور یہ محبّت اس طرح ہمارے دلوں میں گاڑی کہ دُنیا کی کوئی طاقت اب ہمارے دلوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت نہیں نکال سکتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۸۰ء)

یہ درست ہے کہ گردشِ لیل و نہار میں بعض گھڑیاں کئی جہات سے تلخ بھی ہوتی ہیں۔ لیکن خدا کے محبوب بندے ان تلخ قاشوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔ اُنہیں حلاوت والی قاشیں ہی یاد رہتی ہیں۔ دیکھئے ہمارے امام کس پیارے انداز میں فرماتے ہیں :۔

چودھویں صدی کی تمام کمزوریاں ہم نے معاف کیں اور اس کی عظمتوں کو ہماری نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔ انشاء اللہ۔ (الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۸۰ء)

اور پھر اس اجتماع میں فرمایا :۔

"اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ پندرھویں صدی میں کیا کچھ ہونے والا ہے اور آپ کی نسلیں دیکھیں گی انشاء اللہ کہ یہ سب کچھ کس طرح رونما ہوتا ہے۔" (الفضل ۱۳ر نومبر ۱۹۸۰ء)

پس ہم روشنی کے بلند مینار پر قائم ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے غلبہ کے دن قریب سے قریب تر ہیں۔ ہم اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں پر نظر کریں گے تا انہیں دُور کریں۔ لیکن خدائی رحمت سے مایوس نہیں کہ وہ خود فرماتا ہے :۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (اعراف آیت ۵۷)

کہ خدا کی رحمت حسن کردار والوں کے قریب ہے۔ اور ہمیں وہ گھڑی نظر آ رہی ہے جب بام و در سے ندا گونجے گی ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۲۱	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ ۳

امان ۱۳۶۰ ہش

یاس و قنوطیّت کیوں؟

قرآن مجید کے کئی مقامات پر گردشِ لیل و نہار کو خدا کی تقدیر قرار دیا ہے سورۃ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّہَا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ؕ وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡمِ ؕ لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَہَاۤ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّہَارِ ؕ وَکُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ؕ

(یٰسٓ آیت ۴۰ تا ۴۱)

کہ یہ چاند و سورج اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قانون کے تحت اپنی منزلیں طے کر رہے ہیں۔ اور جب تک خدا کی تقدیر ہے یہ اجرام فلک اپنے مقررہ راستوں پر چلتے جائیں گے۔ اور جب اُس کا اِذن ہوگا یہ نظام مختل ہو جائے گا۔ انسان اس نظام کا مطالعہ، تحقیق و تدقیق تو کر سکتا ہے۔ اِس نظام، گردشِ لیل و نہار کو وہ روک نہیں سکتا۔ اُسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے دونوں راستے رکھ دیئے ہیں وَ ھَدَیۡنٰہُ النَّجۡدَیۡنِ ؕ (البلد آیت ۱۱) اُسے چاہیئے کہ صحیح راہ کو اختیار کر کے اپنے اعمال کو سنوارے اور اگر اپنی غلطی کی وجہ سے وہ غلط راستہ پر گامزن ہو گیا تھا تو وہ گردشِ لیل و نہار کو کوسنے کی بجائے اپنے اعمال کا جائزہ لے۔ حدیث شریف میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ لَا تَسُبُّوا الدَّھر۔ زمانہ کو گالی مت دو۔ رفتارِ زمانہ کا کوئی قصور نہیں۔ اس گردشِ لیل و نہار کا مالک تو وہ خدا ہے فَلَا تَلُوۡمُوۡنِیۡ وَلُوۡمُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ (ابراہیم آیت ۲۳) اپنے آپ کو ملامت کرو کہ وقت کی قدر تم نے نہ کی۔ صحیح طریق کو اختیار نہ کیا۔ فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَۃَ (البلد: ۱۲) قصور گردشِ دوراں کا نہیں۔ قصور تو حضرت انسان کا ہے۔

چودھویں صدی کے اختتام اور پندرھویں صدی کی آمد پر مختلف مکاتیب خیال نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اپنے اعمال کا جائزہ لیا۔ اس ضمن میں ایک ہفت روزہ جریدہ نے اپنی اشاعت میں لکھا:۔

"ہجری صدی کی یہ تبدیلی کوئی پہلی بار نہیں ہو رہی ہے بلکہ یہ واقعہ اب سے پہلے تیرہ مرتبہ ہو چکا ہے۔ کیا ان تیرہ میں سے ایک مرتبہ بھی یہ غلغلہ بلند ہوا کہ صدی بدل رہی ہے۔ اسلامی تاریخ نے ہجرت نبوی کے یادگار سفر سے سو سال آگے کا سفر اور طے کر لیا۔.........

یہ کیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے۔ پہلی مرتبہ ایک نئی صدی شروع کا عمل اسلامی تاریخ میں ہو رہا ہے۔ گویا کچھ عظیم کارنامے امت نے گزرنی والی (چودھویں) صدی میں انجام دیئے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ اب شروع ہونے والی (پندرھویں) صدی کو اپنی اور اسلام کی صدی سمجھ لینے میں حق بجانب اور احساس فخر سے بے قابو ہے۔"

(المنبر ۲۶ جنوری تا ۲ فروری ۱۹۸۱ء افادت از عتیق الرحمان صاحب فرزند مولانا محمد منظور نعمانی)

اس کے بعد مضمون نگار نے پندرھویں صدی کے جشن منانے والے حکمرانوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ اپنی غلطیوں کی پردہ پوشی کے لئے جشن کا اہتمام کر رہے ہیں۔ جس کا انہیں کوئی حق نہیں۔

اس تحریر سے ایک بات اور روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ چودھویں صدی کا اختتام اور پندرھویں کی آمد کوئی غیر معمولی امر ہے۔

ہر ایک کو حق ہے کہ وہ اپنے اعمال کا جائزہ لے۔ کہ ہم نے اس صدی میں کیا کھویا کیا پایا۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم خُدا کی رحمت سے مایوس نہیں۔ مایوسی کو قرآن نے کُفر قرار دیا ہے۔ ایمان صرف خوف کھانے کا نام نہیں۔ الایمان بین الخوف والرجاء۔ اس میں اگر خوف کو نظر انداز نہ کرنے کا پہلو ہے تو اُمید کا پہلو نمایاں تر ہے۔ ہم خُدا کے فضل سے پُر امید ہیں کہ خُدائے ذوالجلال نے اسلام کے غلبہ کا وعدہ دیا ہے۔ اُس نے اپنے برگزیدہ رسولؐ کو کہا ہے وللآخرۃ خیرٌ لک من الاولیٰ۔ کہ آنے والا دَور جانے والے دَور سے بہتر ہوگا۔ گردش لیل و نہار پھر ان بابرکت ایام کو واپس لائے گی۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپؐ نے لاکھوں صحابہ کی موجودگی میں فرمایا تھا۔ اِنَّ الزمان استدار زمانہ کی گردش پھر وہ لیل و نہار لے آئی ہے۔ اس صدی کے اختتام سے پہلے امام جماعت احمدیہ نے سورۂ فجر کی تشریح میں فرمایا تھا۔

....

....

"یہ کتنی زبردست پیشگوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طلوع فجر کی تاریخیں تک بتا دی گئیں اور سینکڑوں

سال سے اُن کا ذکر کر دیا گیا - اور پھر اُس کے مصداق کو عین انہی تاریخوں میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے کھڑا کیا - جو قرآن اور حدیث میں اس کے ظہور کے لئے مقرر کی گئی تھیں یہ خُدا تعالیٰ کا ایسا عظیم الشان نشان ہے جس پر غور کرنے سے اُس کی ہستی اور قدرت پر زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے اور جو شخص تعصّب سے خالی ہو اُسے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اسلام خُدا تعالیٰ کا سچا مذہب ہے -" (تفسیر کبیر تفسیر سورۃ فجر)

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت ...... نے صدی کے اختتام پر ربوہ میں ایک تاریخی اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا :-

"ہمیں چودھویں صدی نے مہدی دیا جس کے آنے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کی تاثیر سے زندہ خُدا کے ساتھ زندہ رشتہ پیدا ہو گیا - ہم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے .... کی محبت دلوں میں گاڑ دی اور یہ محبت اس طرح ہمارے دلوں میں گاڑی کہ دُنیا کی کوئی طاقت اب ہمارے دلوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں نکال سکتی.......................

....

(الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۸۰ء)

یہ درست ہے کہ گردشِ لیل و نہار میں بعض گھڑیاں کئی جہات سے تلخ بھی ہوتی ہیں - لیکن خُدا کے محبوب بندے ان تلخ قاشوں کو فراموش کر دیتے ہیں - اُنہیں حلاوت والی قاشیں ہی یاد رہتی ہیں - دیکھئے ہمارے امام کس پیارے انداز میں فرماتے ہیں :-

چودھویں صدی کی تمام کمزوریاں ہم نے معاف کیں اور اس کی عظمتوں کو ہماری نسلیں بھی یاد رکھیں گی - انشاء اللہ - (الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۸۰ء)

اور پھر اسی اجتماع میں فرمایا :-

"اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ پندرھویں صدی میں کیا کچھ ہونے والا ہے اور آپ کی نسلیں دیکھیں گی انشاء اللہ کہ یہ سب کچھ کس طرح رونما ہوتا ہے -" (الفضل ۱۳ر نومبر ۱۹۸۰ء)

پس ہم روشنی کے بلند مینار پر قائم ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے غلبہ کے دن قریب سے قریب تر آ رہے ہیں - ہم اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں پر نظر کریں گے تا انہیں دُور کریں - لیکن خُدا کی رحمت سے مایوس نہیں کہ وہ خود فرماتا ہے :-

اِنَّ رحمةَ اللّٰہِ قریبٌ منَ المُحسِنِین - (اعراف آیت ۵۷)

کہ خُدا کی رحمت حُسنِ کردار والوں کے قریب ہے - اور ہمیں وہ گھڑی نظر آ رہی ہے جب بام و در سے نداآئے گی ؏

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد ۔

ثمر آور درخت

قرآن مجید میں پاک کلام کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے دی ہے ۔ جو ہر وقت ثمر آور رہتا ہے ۔ (ابراہیم آیت ۲۴) یہ درخت کبھی خشک نہیں ہوتا ۔ اس پر تقدیر خداوندی سے بہار و خزاں کے موسم تو آتے ہیں ۔ لیکن وہ کبھی سوکھتا نہیں کہ اُس کا باغبان خود خدائے ذوالعرش ہوتا ہے ۔ اُسے اللہ کا فضل، مومنوں کی دعائیں ۔ ان کے نیاز کے اشک اور اُن کی بے مثال قربانیاں ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھتی ہیں ۔

تخلیق کائنات کے مقصود خدا کے برگزیدہ رسول خاتم النبیینؐ کامل کتاب لے کر دُنیا میں آئے ۔ آپ کو ناکام کرنے کے لئے کفار نے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی ۔ لیکن خُدا کی تقدیر دنیا میں غالب آئی اور پیغام محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پھیل کر رہا ۔ وہ ابرِ رحمت جو حجاز کے افق سے اُٹھا تھا تمام دنیا پہ چھا گیا ۔ لیکن پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ دیکھنے والی آنکھ نے شکوہ کیا ؎

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے ۔ ہے خوشی اُن کو کہ کعبے کے نگہبان گئے
منزلِ دہر سے اونٹوں کے حدی خوان گئے ۔ اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے
خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں ۔ اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

لیکن یہ دن ہمیشہ رہنے والے نہ تھے ۔ خُدا کے برگزیدہ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا

کیف تھلک اُمّۃ انا فی اوّلھا والمسیح فی اٰخرھا ۔

وہ اُمّت مٹ نہیں سکتی جس کی بنیاد میرے ہاتھوں رکھی گئی اور پھر جس کی حفاظت کیلئے مسیح آئیگا ۔

....

....

اے کاش دنیا اور اہل دنیا اس رحمۃٌ للعالمین کی رحمت سے حصّہ پاتی ۔ اور رحمت سے حصّہ پانے والوں نے حصّہ پایا ۔ اے کاش اس معصوم کو بُرا بھلا کہنے والے اپنی زبانوں کو روک لیتے اور خدائی قہر کا شکار نہ ہوتے ۔ کیا خوب فرمایا خادمِ محمدؐ نے ؎

تیر بر معصوم مے بارد خبیث بد گہر ۔ آسماں را مے سزد گر سنگ بارد

....

.... ❖ ....

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

خواجۂ ہر عاجزاں را بندۂ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مالک تھے لیکن ہم عاجزوں کے غلام

ترمذی کی حدیث ہے۔ مقداد بن اسود روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھی آئے۔ محنت ومشقت اور فاقوں کی وجہ سے ہماری شنوائی اور بینائی جاتی رہی تھی۔ ہم نے مختلف صحابہ سے اپنی رہائش اور گذارہ کے لئے کہا لیکن ہمیں اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ ہر طرف سے جب مایوسی ہوئی تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے۔ ہماری معروضات سن کر حضور ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ گھر میں تین بکریاں تھیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان کا دودھ دوہ کر پی لیا کرو۔ حضرت مقدادؓ کہتے ہیں ہم میں سے ہر ایک اپنے حصہ کا دودھ پی لیتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہم علیحدہ کر دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گھر تشریف لاتے تو اس انداز سے السلام علیکم کہتے کہ بیدار تو سن لے لیکن سویا ہوا اس سے جاگ نہ پڑے۔ پھر حضور مسجد تشریف لے جاتے نماز پڑھتے پھر آکر آپ دودھ نوش فرماتے۔

(ترمذی ابواب الاستئذان والاداب باب کیف السلام)

اس واقعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم، آپؐ کی شفقت و رأفت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپؐ کو "رؤوف رحیم" کہا ہے۔ بہت شفقت کرنے والے اور بار بار رحم کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ

کہ اپنے بازو مومنوں کے لئے جھکا دیجئے۔

اور خدا کے کریم بندے نے پھر کس طرح اپنے بازوؤں کو پھیلایا۔ کہ جسے کہیں پناہ نہ ملی اُسے دامنِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ ملی۔ درست فرمایا تھا آپ کے فرزند جلیل نے ؎

خواجہ ہر عاجزاں را بندۂ　　　بادشاہ ہر بے کساں را چاکرے

کہ آپ مالک تھے لیکن ہم عاجزوں کے غلام تھے۔ آپؐ بادشاہ تھے لیکن بیکسوں کے خادم تھے۔

دُمُوعِی تَفِیضُ بِذِکْرِ فِتَنٍ اَنْظُرُ

میرے آنسو اُن فتنوں کی وجہ سے جو میں دیکھتا ہوں بہہ رہے ہیں

دُمُوعِی تَفِیضُ بِذِکْرِ فِتَنٍ اَنْظُرُ　　وَاِنِّی اَرَی فِتَنًا کَقَطْرٍ یُّمْطَرُ

میرے آنسو اُن فتنوں کی وجہ سے جو میں دیکھتا ہوں بہہ رہے ہیں - اور میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے برستی ہوئی بارش کی مانند ہیں

تَھُبُّ رِیَاحٌ عَاصِفَاتٌ مُّبِیْدَۃٌ　　وَقَلَّ صَلَاحُ النَّاسِ وَالْغَیُّ یَکْثُرُ

تند تباہ کُن ہوائیں چل رہی ہیں - اور لوگوں کی صلاحیت کم اور گمراہی کی کثرت ہو گئی ہے -

وَقَدْ زُلْزِلَتْ اَرْضُ الْھُدٰی زِلْزَالَھَا　　وَقَدْ کُدِّرَتْ عَیْنُ التُّقٰی وَتُکَدَّرُ

اور ہدایت کی زمین پر سخت زلزلہ آگیا ہے - اور تقویٰ کا چشمہ گدلا ہو گیا اور گدلا کیا جا رہا ہے -

وَمَا کَانَ صَرْخٌ یَّصْعَدَنَّ اِلَی الْعُلٰی　　وَمَا مِنْ دُعَاءٍ یُّسْمَعَنَّ وَیُنْصَرُ

اور کوئی آسمان تک پہنچنے والی چیخ و پکار نہیں - اور کوئی دُعا سُنی نہیں جاتی اور نصرت نہیں آتی -

فَلَمَّا طَغَی الْفِسْقُ الْمُبِیْدُ بِسَیْلِہٖ　　تَمَنَّیْتُ لَوْ کَانَ الْوَبَاءُ الْمُتَبِّرُ

پس جب تباہ کن فسق کا سیلاب طغیانی پر آیا - تو میں نے تباہ کُن وبا کی آرزو کی -

فَاِنَّ ھَلَاکَ النَّاسِ عِنْدَ اُولِی النُّھٰی　　اَحَبُّ وَاَوْلٰی مِنْ ضَلَالٍ یُّخَسِّرُ

کیونکہ عقلمندوں کے نزدیک لوگوں کا مرنا - خسران میں ڈالنے والی گمراہی سے زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہے

عَلٰی اَجْدَرِ الْاِسْلَامِ نَزَلَتْ حَوَادِثٌ　　وَذَالِکَ بِسَیِّئَاتٍ تُذَاعُ وَتُنْشَرُ

اسلام کی دیواروں پر بڑے حوادث نازل ہو رہے ہیں - اور یہ اُن بدیوں کی وجہ سے جو نمایاں کی جاتی اور پھیلائی جاتی ہیں -

(حمامۃ البشریٰ)

بترس از تیغ بُرّان محمدؐ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر

تو جان ما منوّر کردی از عشق
فدائیت جانم اے جانِ محمدؐ

تو نے عشق کی وجہ سے ہماری جان کو روشن کر دیا ہے ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ۔ تجھ پر میری جان فدا ہو

دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ
نباشد نیز شایانِ محمدؐ

اگر اس راہ میں سو جان سے قربان ہو جاؤں ۔ تو بھی مجھے افسوس رہیگا کہ یہ محمدؐ کی شان شایان نہیں ہے

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را
کہ ناید کس بہ میدان محمدؐ

اس جوان کو کس قدر رعب دیا گیا ہے ۔ کہ محمدؐ کے میدان میں کوئی بھی مقابلہ پر نہیں آتا

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

اے نادان اور گمراہ دشمن ہوشیار ہو جا ۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر

رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم
بجو در آل و اعوانِ محمدؐ

خدا کے اس راستہ کو جسے لوگوں نے بھلا دیا ہے تو محمدؐ کے آل اور انصار میں ڈھونڈھو ۔

الا اے منکر از شانِ محمدؐ
ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ

خبردار! اے وہ شخص جو محمدؐ کی شان اور محمدؐ کے چمکتے ہوئے نور کا منکر ہے

کرامت گرچہ بے نام و نشاں است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

یعنی اگرچہ کرامت اب ہر جگہ مفقود ہے مگر تو آ اور اُسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں دیکھ

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

رسالہ فارقلیط پر ایک نظر

نویدِ مسیحا کا مصداق کون ہے؟

مکرم شیخ عبد القادر صاحب لاہور

عصرِ حاضر میں اہل مذاہب میں افہام و تفہیم کا دَور ہے۔ اور یہ بڑی قابل قدر بات ہے۔ اس وقت میرے سامنے مینار کتب فیروزپور روڈ لاہور کا شائع کردہ کتابچہ "فارقلیط" ہے۔ یہ ۱۹۷۶ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس میں پاکستان کے مسیحی بھائیوں نے "نویدِ مسیحا" یا "شمّہ احمدؐ" پر بحث کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ ہم سارے انبیائے بنی اسرائیل کو مانتے ہیں۔ رسول عربیؐ کے ماننے میں ہمیں کوئی قباحت نظر نہیں آتی بشرطیکہ ان کی نبوت و رسالت پر کتابِ مقدس کی مُہرِ تصدیق ثبت ہو۔ برادرانِ اسلام کا دعویٰ ہے کہ فارقلیط والی پیشگوئی رسُول عربی صلّی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ جب ہم انجیل پر غور کرتے ہیں تو اس میں صاف لکھا ہے کہ صلیبی واقعہ کے بعد حواریوں پر رُوح القدس کا نزول ہوا۔ یہ عید خمسین کا دن تھا یہ بشارت پوری ہو گئی یہ پیشگوئی آنے والے پیغمبر کے لئے نہیں ہے۔

"اگر واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کتاب مقدس میں ہوتا تو مسیحی اس سے رُوگردانی نہ کر سکتے بلکہ ان کا اسی طرح اتباع کرتے جیسے حضور مسیح کا کرتے ہیں۔"

(فارقلیط ص۹)

افہام و تفہیم کے جذبہ سے یہ رسالہ لکھا گیا۔ اسی جذبہ کے تحت بطریقِ احسن اس کا جواب پیش خدمت ہے۔ کیونکہ حکم ہے جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ سب سے اوّل یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام سلسلۂ موسوی کے آخری پیغمبر تھے۔ انہوں نے فارقلیط کی بشارت دی ہے۔ یہ دراصل بشارتِ تورات کی صدائے بازگشت ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے :-

جب بنی اسرائیل نے جلوۂ خُداوندی کے دیکھنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہے تو اس وقت کہا گیا کہ موسیٰ کی مانند نبی (اب تم میں نہیں) تمہارے بھائیوں میں مبعوث ہوگا۔ (استثناء ۱۸/۱۶-۲۲)

تورات میں بنی اسماعیل کو بنی اسرائیل کے بھائی کہا گیا۔ (پیدائش ۲۵/۱۸) گو بنی اسرائیل آپس میں بدرجہ اولیٰ بھائی بھائی تھے۔ لیکن یہاں مراد خود بنی اسرائیل نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے تو اس امر سے انکار کر دیا تھا کہ نبوت کامل کا

جلوہ اور خدا کی اکمل تجلّی ہم نہیں دیکھ پائیں گے۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ انہوں نے جو کچھ کہا اپنے ظرف کے مطابق کہا :۔

"انہوں نے اچھا کہا۔ مَیں ان کے بھائیوں کے درمیان سے تیری طرح ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس کو حکم دُوں گا وہ اُن سے کہے گا۔"

(استثناء $\frac{18}{17}$)

گویا یہاں بھائیوں سے مُراد دوسرے بھائی ہیں خود بنی اسرائیل نہیں۔ اسی بشارت کی صدائے بازگشت ہمیں انجیل میں ملتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السّلام فرماتے ہیں :۔

"میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں کہ تم سے کہوں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ مقدس رُوح آئے گا جو کہ خود سچائی ہے تو وہ کامل سچائی کیلئے ہدایت دے گا کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔"

(یوحنا $\frac{16}{12-13}$ لِوِنگ بائیبل)

"میں باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں ایک دُوسرا (پیغمبر) بخشے گا جو کہ تمہارا وکیل (پاراکلیت) ہو گا وہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا یعنی سچائی کا رُوح۔"

(یوحنا $\frac{14}{17}$ نیو انگلش بائیبل)

تراجم میں اختلاف ہے جس کے باعث بشارت کا مفہوم سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ بہرکیف یہ بات واضح ہے کہ آنے والے کو یونانی زبان میں پاراکلیت کہا گیا جس کے معنے حدردرجہ مشتبہ ہیں اور اسی زبان میں الیتھیا کہا گیا جو کہ عبرانی ایمتھ EMETH کا مترادف ہے جس کے معنے سچائی کے ہیں اور خوبی کے پیکر کے۔

صاف ظاہر ہے کہ نوید مسیحا دراصل تورات کی پیشگوئی کی صدائے بازگشت ہے۔ رُوح الحق سے مُراد وہ دوسرا پیغمبر ہے (مثیل موسیٰ) جو بنی اسرائیل میں نہیں بلکہ ان کے بھائیوں میں آنے والا تھا۔ کامل سچائی کی برداشت بنی اسرائیل میں عصر مسیحا تک پیدا نہیں ہوئی تھی۔ دوسری جگہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک انداز کی صورت میں وضاحت کر دی۔ فرمایا :۔

"اسی لئے مَیں تم سے کہتا ہوں کہ خُدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو دے دی جائے گی جو اس کے پھل ادا کرے اور جو اس پیغمبر پر گرے گا وہ چُور چُور ہو جائے گا اور جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا۔"

(متی $\frac{21}{43-44}$)

اس موازنے سے ظاہر ہے کہ بشارت تورات اور نوید مسیحا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ بشارت تورات نے کب پورا ہونا تھا؟ بشارت تورات کے متعلق مقدس پطرس کے خطاب عام میں وضاحت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے جانے کے بعد تورات کا موعود آئے گا۔ آپ کی آمد ثانی سے بیشتر اس کا آنا مقدر ہے۔ نیو انگلش بائیبل میں سے ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"یسوع کے لئے لازم ہے کہ وہ اس وقت تک آسمان میں رہے جب تک کہ یونیورسل تجدید (عالمی انقلاب) کا دور نہ آ جائے۔ اس کی خبر خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس انبیاء کی زبان سے ہمکلام ہو کر دی ہے۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ

"خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی برپا کرے گا۔ اسی طرح جیسے اس نے مجھے نبی بنا کر کھڑا کیا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سب باتیں سنو! اور ایسا ہو گا کہ جو بھی اس نبی کی نہ سنے گا وہ اسرائیل میں سے جڑ سے اکھاڑ دیا جائے گا۔ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے انبیاء نے کلام کیا ہے ان سب نے ہم زبان ہو کر ان دنوں کی خبر دی ہے۔" (اعمال ۳/۲۰-۲۴)

اس عظیم الشان خطاب کا فی الجملہ مفہوم یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی روح اس وقت تک اپنی آمد ثانی کے لئے آسمانوں میں تیار اور آمادۂ نزول نہیں ہوگی جب تک عالمی انقلاب کے داعی رحمۃ للعالمین کی بعثت ہو نہ جائے۔ گویا آنے والے مسیحا نے اسی نبی موعود کی اُمت میں سے مبعوث ہونا ہے۔

خدا تعالیٰ کی حقیقی امت میں شامل ہو جائیں۔ باقی رہ گیا یہ الہام کہ لوقا کی انجیل اور اس کے مرتبہ اعمال الرسل سے معلوم ہوتا ہے کہ صلیبی واقعہ کے بعد روح القدس کی تجلی سے شاگرد فیضیاب ہوئے اس طرح نوید مسیحا پایۂ تکمیل پہنچی۔ یہ بات عیسائی عقائد کے ارتقاء کی آئینہ دار ہے۔ یہ ہم نہیں ہم نہیں کہتے خود عیسائی علماء نے کہا ہے۔ یوحنا کے ذہن میں روح القدس کا یہ نزول نہیں تھا۔ یہ بعد کا ارتقاء پذیر عقیدہ ہے۔

(JOHAN AND QUMRAN BY CHANDES WORTH P.49)

فرض کیجئے کہ لوقا نے ایسا لکھا ہے۔ وہ کوئی حواری تو نہیں تھا۔ یوحنا حواری تھے اور سب سے آخر میں اپنی انجیل مرتب کی۔ یوحنا نے کہیں نہیں لکھا کہ پیشگوئی پوری ہو گئی ہے۔ اس سے مراد روح القدس کا نزول ہے۔ جو حواریوں پر ہو چکا ہے۔

فارقلیط کا انتظار مت کرو۔ آنے والے کے لئے یوحنا برابر چشم براہ ہے۔ لوقا نے اگر اس کے برعکس لکھا ہے تو وہ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ انجیل لوقا کا آخری ورق تغیر و تبدل کا آئینہ دار

ہے۔ اسی طرح اعمال الرسل کا پہلا باب بھی تحریف و الحاق کا تختہ مشق بنایا گیا۔ کیا پتہ لُوقا نے کیا لکھا۔ بعد از اں کیا ہو گیا؟ جب یوحنا قرن اوّل کے آخری عشرہ تک آنیوالے کے لئے چشم براہ ہے۔ بعد کا راوی کون ہوتا ہے؟ کون وضاحت کرنے والا۔ یوحنا حضرت مسیح کا محبوب حواری تھا اور طویل عمر پائی۔ لُوقا پولوس کا شاگرد تھا۔ ولیس۔ حواری تو نہیں تھا۔ پس ہم یوحنا کی مانیں گے کہ کامل و اکمل ہادی برحق نے حضرت مسیح علیہ السلام کے جانے کے بعد آنا ہے۔ وہ تورات کے محاورہ میں "دُوسرا" ہے۔ یعنی مثیل موسیٰ، ایک دوسرا عظیم الشان پیغمبر۔ وہ ابھی آیا نہیں یوحنا حواری انتظار کے لمحات میں اس کے لئے چشم براہ ہیں۔ اس سے مُراد رُوح القدس کیسے ہو سکتا ہے جو بپتسمہ کے وقت سے حضرت مسیح اور حواریان مسیح کی بعثت میں تھا۔ صلیب کے تھوڑی دیر بعد اگر عید خمسین کے دن یہ پیشگوئی پوری ہو گئی تھی تو یوحنا حواری نے ذکر کیوں نہ کیا!

ایک نیا انکشاف

نوید مسیحا میں آنے والے کو پاراکلیت اور "ایتھیا" کہا گیا۔ پاراکلیت کے متعلق علماء کہتے ہیں کہ اس کے معنی حد درجہ مُشتبہ ہیں۔ کوئی معین معنے کرنا محال ہے۔ حضرت مسیح نے کونسا عبرانی لفظ بولا تھا کہ جس کا ترجمہ لفظ پاراکلیت سے ہُوا۔ یہ بتانا مشکل ہے۔ لیکن یہ بات بالکل واضح اور مسلّمہ ہے کہ ایتھیا کی جگہ آپ نے عبرانی لفظ EMETH بولا تھا۔ ایمتھ کے تمام معنے کو سچائی کے ہیں۔ جب یہ لفظ کسی ہستی یا شخص کے لئے بولا جائے تو اس کے معنی کامل سچائی اور حق و خوبی کے پیکر کے ہیں۔ وہ ذات جس میں ساری خوبی اور صداقت مرکوز ہو۔ یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیحؑ نے پیلاطوس کی عدالت میں اعلان کیا کہ میری آمد کا مقصد اور میری پیدائش کی غرض ایمتھ سراپا حق و خوبی کی خبر دینا ہے۔ پیلاطوس نے حیران ہو کر پوچھا

یہ ایتھیا - ایمتھ کیا ہے؟ (یوحنا ۳۸-۳۷/۱۸)

اس کے بعد کوئی وضاحت درج نہیں۔ یہ گمشدہ حصّہ (LACUNA) معنی خیز ہے۔ حضرت مسیحؑ نے یہ بتایا ہوگا کہ ایمتھ وہ دُوسرا پیغمبر یعنی مثیل موسیٰ ہے جس کے لئے امّت چشم براہ ہے۔ یہ جواب "حذف" ہے۔ ایمتھ در اصل بشارت اسمهٗ احمد کی صدائے بازگشت ہے۔ صحائف قمران نے اس عقدہ کو کھول دیا۔ صحیفۂ صدوق میں ہے۔ کہ

"خدا تعالےٰ کے مسیحؑ نے آنے والے عظیم الشان موعود کا نام ایمتھ بتایا تھا۔ ایمتھ عبرانی میں احمد کے مترادف ہے۔ حق کھل گیا بات صاف ہو گئی۔ انجیل یوحنا میں ہے کہ میرے بعد آنے والا مقدس رُوح ایتھیا = ایمتھ ہے۔ بعینہٖ صحیفہ صدوق میں جس کا تعلق صحائف قمران سے ثابت ہے۔ اور جو کہ

قرنِ اوّل میں مرتب ہوا یہ لکھا ہوا ملا ہے -

" خدا تعالیٰ کے مسیح نے ایک مقدس رُوح کی خبر دی یہ وہ ہے جو کہ ایمتھ ہے یہ اس کا نام ہے جس کے معنوں کے مطابق اور لوگوں کے بھی نام ہیں - (یعنی اس کے معنوی اظلال پیدا ہوں گے۔"

(THE RIDDLE OF THE SEROLLS P. 388)

اس حوالہ نے پرانی بحث کو ختم کر دیا - اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ آنے والے پیغمبر کو عبرانی میں "ایمتھ" اور عربی میں "احمد" کہا گیا ہے - صلی اللہ علیہ وسلم - (باقی)

ہمارے محبوب امام کا عزم

(۱) " چودھویں صدی نے ہمیں دنیا جہان کے خزانے دے دئے - پندرھویں صدی میں دُنیا جہان کے ان خزانوں کو دنیا میں لٹا کر ہم نے دُنیا کو فتح کرنا ہے تا کہ کوئی ہمیں کنجوس نہ کہے کہ خزانے ملے تھے اور ہم نے بانٹ کر نہیں کھائے ہم سارے انسانوں کے گھروں تک - ان کے دلوں تک - ان کے ذہنوں تک رحمتوں کے - برکتوں کے فضلوں کے - خدا کی رضا کے وہ خزانے پہنچائیں گے - یہ ہمارا عزم ہے آج اور دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پورا کرنے کی ہمیں توفیق عطا کرے۔" (افتتاحی خطاب ص۱۹)

آؤ ہم نحن انصار اللہ کا نعرہ لگانے والے اس عزم کو عملی طور پر پورا کرنے کے لئے اپنے تن من دھن کی بازی لگائیں - ہم آپ سے تعاون کے لئے تیار ہیں -

(۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے لکھا ہے : -

" اِذَا قَامَ الْقَائِمُ الْمَهْدِیُّ - جب امام مہدی آئیں گے تو اس وقت ساری زمین کلمہ شہادت کے نور سے پُر ہو جائے گی - لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔"

(ینابیع المودۃ جلد ۳ ص۷۶)

اے انصار (امام مہدی کے دیوانے) اٹھو اور ساری زمین کو کلمہ شہادت کے نور سے بھرنے کے لئے دن رات ایک کر دو -

(قائد اصلاح وارشاد انصار اللہ ربوہ)

جمع القرآن

مکرم سعود احمد خان صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ

جمع القرآن ہمارے قرآن مجید کی اُن خصوصیات میں سے ہے جن کی وجہ سے مذہبی لٹریچر میں اسکو انفرادیت کا مقام حاصل ہے۔ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید یکدم نازل نہ ہوا تھا بلکہ مختلف اوقات میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوا اور اُن ٹکڑوں کو ملا کر اس کو الکتاب کہا گیا۔ اور پھر اسی کتاب میں اس کا یہ دعویٰ بھی موجود ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو ساری دُنیا کے لئے ہمیشہ رہنے والی ہدایت ہے اسلئے اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ بھی فرمایا کہ اس کو ہمیشہ الٰہی حفاظت حاصل رہے گی۔ اللہ تعالےٰ نے خود قرآن مجید میں فرمایا:۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (رعد)

یعنی ہم نے ہی اس ذکر کو اتارا ہے اور یقیناً ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

اس سلسلہ میں پہلا کام یہ تھا کہ ٹکڑوں میں نازل ہونے والی وحی کو صحیح طور پر جمع کیا جائے۔ اسلئے ہمارا ایمان ہے کہ عہدِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ۲۳ سالہ دَور میں وقتاً فوقتاً اترنے والی وحی کو تمام و کمال جمع کرنے کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اُٹھائی۔ گویا اب حفاظتِ قرآن صرف ایک پیشگوئی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی ایک اٹل تقدیر بن گئی۔ فرمایا:۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ (القیامہ)

یعنی اس کا جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

حتّٰی کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھی اس سے بری کر دیا۔ فرمایا:۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۔

یعنی اے رسُول تو اپنی زبان کو حرکت نہ دے اور اس بارے میں جلدی نہ کر۔ قرآن کا جمع کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے اور اس کا سنانا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ پس جب جب ہم اسے پڑھ لیا کریں تو ہمارے پڑھنے کے بعد تو بھی پڑھ لیا کر اور اس کو دُنیا کے سامنے کھول کھول کر بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

یعنی اے رسُول اس زمانہ کی ضرورت کے مطابق ہم قرآن کو نازل کر رہے ہیں لیکن یہ کلام تو ہمیشہ کے لئے ہدایت ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کو آئندہ زمانوں کی ضرورتوں کے مطابق بھی مرتب کیا جائے۔ اس لئے تم اس کو وقتی نزول کے مطابق یاد کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ ہم اس کی ایک اور ترتیب تم پر نازل کر رہے ہیں جس کو تم بھی یاد رکھنا اور تمہاری اُمت بھی اُسی ترتیب سے اِس کو یاد رکھیں گی۔ اور پھر یہ اسی طرح دنیا میں پھیل جائے گا اور پھر ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق اس میں سے ہدایت کا سامان بہم پہنچانے کے لئے وہ مظہر وجود بھی ہم ہی کھڑے کریں گے جن کے پاکیزہ دلوں میں ہم اپنے قرآن کے نئے نئے مطالب ڈالیں گے اور وہ بھٹکی ہوئی دنیا کو پھر امن اور سلامتی کی راہ پر لے آئیں گے۔

دَورِ جدید میں مستشرقین کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ آیا قرآن مجید الٰہی صحیفہ ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع زاد تصنیف وہ اب انسان کی تہذیبی ترقی میں قرآن مجید کی اہمیّت کو تسلیم کرتے ہُوئے اس امر کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید من و عن اپنے الفاظ کے اعتبار سے وہی کلام ہے جس کے نزول کے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم دعویدار تھے۔ چنانچہ زمانہ حال کے مشہور مستشرقین پروفیسر منٹگمری واٹ قرآن مجید پر اپنی ایک کتاب کے تیسرے باب THE HISTORY OF THE TEXT کے اختتام پر تمام بحث کا خلاصہ جو پیش کرتے ہیں اس کو مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

(۱) چونکہ تحریر شدہ مواد مکمل نہ تھا کیونکہ کبھی کبھار لکھا جاتا تھا اس لئے قرآن کو جمع کرتے وقت انحصار انسانی یادداشتوں پر کیا گیا جو قابل اعتبار نہیں ہو سکتیں۔

(۲) قرآن کے مطابق خود نبی کریم بعض آیات کو بھول جایا کرتے تھے اور خُدا نے خود تسلیم کیا ہے کہ اے نبی ہم نے یہ حصّے تم کو بھلا دیئے بھولے ہُوئے حصّے جمع کرتے وقت شامل نہ ہو سکیں۔

(۳) آیات وقتاً فوقتاً منسوخ بھی ہوتی رہیں اس لئے بعض منسوخ آیات شاملِ قرآن نہ کی گئیں۔

بات در اصل یہ ہے کہ ان مستشرقین نے جان بوجھ کر اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہدِ سعادت میں حضور پُر نُور کی ہدایت کے مطابق خود حضور کی نگرانی میں ہی لکھا جاتا تھا۔ اور یہ ہدایات رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالٰی کی طرف سے صحابہ کو پہنچاتے تھے نہ کہ خود اپنے اجتہاد سے۔ گویا جس طرح آیات نازل ہو رہی تھیں اسی طرح ان کی ترتیب اور ان کو مختلف سورتوں میں ان کے مستقل مقامات پر لکھا جاتا اور پھر سورتوں کی ترتیب سب کچھ نزولِ الٰہی کے مطابق ہو رہا تھا۔ جیسے خود اللہ تعالٰی نے قرآن مجید کی سورۃ القصص میں فرمایا:۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (قصص: ۵۰)

اور ہم نے ان کے لئے پے بہ پے نازل ہونے والی وحی کو جوڑ دیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

کیونکہ جہاں الٰہی ہدایت وقت کی ضرورت کے مطابق آتی ہے وہاں وحدت انسانی کے حصول کے لئے اس کو ایک ادر ترتیب میں جوڑ دیا جاتا ہے تاکہ بعد میں آنے والے انسانوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو۔ چنانچہ جب کفار مکہ نے قرآن مجید کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہونے پر اعتراض کیا جیسے قرآن مجید کی سورۃ الفرقان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً۔

یعنی کافروں نے کہا کیوں نہ قرآن اس پر ایک ہی دفعہ نازل کر دیا گیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا :۔

كَذٰلِكَ۔ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ۔

ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن ہم اس کو مختلف وقتوں میں اس لئے اتارتے رہے تاکہ تیرے دل کو مضبوط کرتے رہیں۔

یعنی ہاں ایسا ہی تو ہے ہمارا کلام ہرگز بے ترتیب نہیں مگر وقتی مصلحت اس ترتیب کو چاہتی ہے جس میں یہ ٹکڑے نازل ہو رہے ہیں۔ اس سے ہمارے نبی اور اس کی جماعت کے دلوں میں طمانیت پہنچتی ہے۔ کیونکہ تمہارے مخالفانہ ہتھکنڈوں کا پورا پورا توڑ اس میں موجود ہے۔ لیکن یاد رکھو ان ٹکڑوں کو ہم ایک اور ترتیب بھی دے رہے ہیں اور یہ ایسی شکل اختیار کرے گی جیسے ایک کتاب تالیف ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں آجاتی ہے۔ فرمایا :۔

وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا

ہم اس کو بہت عمدہ ترتیب دے رہے ہیں۔

یعنی یہ ترتیب بھی تم دیکھو گے ایک عظیم معجزہ ہوگا۔ عربی کی لغت لسان العرب میں ترتیل کے یہی معنی ہیں۔

رَتَّلَ الْكَلَامَ اَحْسَنَ تَاْلِيْفَهٗ وَاَبَانَهٗ وَتَمَهَّلَ فِيْهِ۔

یعنی کسی بات کو عمدگی سے بالترتیب بوضاحت بیان کرنا۔

سورۃ البیّنۃ میں یہی مضمون یوں بیان ہوا :۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً

یعنی اللہ کی طرف سے آنے والا رسول جو انہیں پاک صحیفے سناتا ہے۔

اور پھر اس کے ساتھ ہی فرمایا :۔

فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَة ۔ جس میں قائم رہنے والی کتابیں ہیں ۔

بعض مفسرین قرآن نے فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَة سے قرآن مجید کی سورتیں مراد لی ہیں۔ اور ایک حدیث کی رُو سے یہ امر ثابت ہوجاتا ہے کہ جو ترتیب وحی الٰہی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورتوں کی خود فرمائی تھی وہ وہی تھی جو چودہ سو سال سے آج تک اسی طرح قرآن میں موجود ہے ۔ مسند احمد حنبل اور ابوداؤد میں یہ حدیث یوں بیان ہوئی :۔

اویس بن اویس حذیفہ فرماتے ہیں کہ ثقیف کے اس وفد میں جو اسلام لانے کی غرض سے مدینہ آیا میں بھی شامل تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ مجھ کو اپنے قرآن مجید کی منزل کو پورا کرنا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ جب تک اس کو ختم نہ کرلوں باہر نہ نکلوں ۔ اس پر ہم نے صحابہ سے پوچھا کہ کس طرح قرآن مجید تقسیم کیا ہوا ہے ۔ انہوں نے جواب دیا ۔ پہلی تین سورتیں ۔ پھر پانچ سورتیں ۔ پھر سات ۔ پھر نو پھر گیارہ اور پھر تیرہ سورتیں اور اس کے بعد سورہ ق سے آخر قرآن تک ۔ یہ کل سات حصے بنتے ہیں ۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ قبیلہ ثقیف ۹ھ میں ایمان لایا ۔ اس کے بعد صرف سورہ نصر مکمل سورۃ نازل ہوئی جو آخری حصے میں ہے جس کی سورتوں کی تعداد اس وقت نہ بتائی گئی تھی ۔ سورتوں کی یہ ترتیب اور پھر سات حصوں کی تقسیم بھی الہامی معلوم ہوتی ہے ۔ سورہ الحجر میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ٥ (الحجر ٨٦)

یعنی ہم نے یقیناً تجھے سات دہرائی جانے والی آیات اور بہت بڑی عظمت والا قرآن دیا ہے ۔

یہاں سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ سے مُراد سات آیتوں والی سورۃ سورہ فاتحہ ہے جو نماز میں بار بار دہرائی جاتی ہے کیونکہ در اصل یہ سورۃ قرآن مجید کا خلاصہ ہے ۔ جس طرح کل قرآن کی بار بار تلاوت بابرکت ہے اسی طرح خلاصہ میں بھی اللہ تعالےٰ نے بڑی برکات رکھ دی ہیں اور ہر نماز میں اس کا پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے ۔ گویا سبعًا من المثانی سورۃ فاتحہ خلاصہ ہے کتاب مثانی کا جو قرآن عظیم ہے ۔ سورہ زمر میں قرآن مجید کو کتاب مثانی کہا گیا ۔ فرمایا :۔

كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ

یعنی قرآن ایسی بار بار پڑھی جانے والی کتاب ہے جس کے مضامین آپس میں ربط رکھتے ہیں ۔

پس سورہ فاتحہ کی سات آیات کو کل کتاب قرآن سے ایک خاص نسبت حاصل ہوگئی اور بعض مفسرین نے

سبعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ سے مُراد قرآن کی سات منزلیں بھی لی ہیں اور اس ضمن میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا بیان نہایت ایمان افروز ہے اور روحانی حقیقت کا ترجمان ہے۔ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں اپنی اعجازی کتاب اعجاز المسیح میں فرماتے ہیں:۔

وَقِیْلَ اِنَّھَا سُمِّیَتْ مَثَانِیْ لِاَنَّھَا سَبْعُ آیَاتٍ مِنَ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ تَعْدِلُ قِرَاءَۃُ کُلِّ آیَۃٍ فِیْھَا قِرَاءَۃَ سُبْعٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ۔

اور بعض کا خیال ہے کہ اس کا یعنی سورہ فاتحہ کا نام مثانی اس لئے ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی ایسی سات آیات پر مشتمل ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی قرأۃ قرآنِ عظیم کے ساتویں حصّہ کی قرأت کے برابر ہے۔

ہر صورت میں آیات کی ترتیب اور پھر سورتوں کی ترتیب اگر اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تھی تو پھر اس ترتیب کو محفوظ کرنے کا کیا طریق کار تھا۔ مستشرقین کہتے ہیں کہ قرآن زیادہ تر لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا۔ یعنی لوگ اس کو یاد کر لیتے تھے اور اس کے بعض حصّوں کو کوئی کوئی لکھ بھی لیا کرتا تھا۔ لیکن ایسا نہیں تھا بلکہ نزولِ وحی کے ساتھ ہی اس کو قلمبند کرنے کا باقاعدہ نظام مقرر تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ سے ایک روایت ہے جو حضرت حافظ حجر عقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں یوں درج ہے:۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وَسلّم مِمَّا یَاْتِیْ عَلَیْہِ زَمَانٌ یُنْزَلُ عَلَیْہِ شَیْءٌ یَدْعُوْ بَعْضَ مَنْ یَکْتُبُ عِنْدَہٗ۔ فَیَقُوْلُ ضَعُوْ ھٰذَا فِی السُّوْرَۃِ الَّتِیْ یُذْکَرُ فِیْھَا کَذَا۔

یعنی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کئی سورتیں نازل ہو رہی ہوتیں تو آپ وحی کے نزول کے ساتھ ساتھ ان شخصوں میں سے کسی کو بلاتے جو قرآن لکھا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ یہ آیت ایسے ایسے مضمون والے مقام پر فلاں سورت میں لکھ دو۔

کسی آیت کا اس کے نزول کے ساتھ ہی فوراً اسکی جگہ کا تعین کرنا اس امر پر دال ہے۔ کہ یہ جگہ بھی نزول کے ساتھ ہی بتائی جاتی تھی۔ اس حدیث سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ یہ طریقہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قرآن مجید کے لکھانے میں اختیار کیا ہوا تھا۔ کیونکہ حدیث میں کسی ایک سورۃ یا آیت کے لکھائے جانے کا خصوصی ذکر نہیں بلکہ عمومی بیان ہے۔

اب یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کا کوئی حصّہ بھول بھی گئے تھے۔ قرآن مجید میں ہی اس بارے میں فرمایا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ (سورہ اعلیٰ)

یعنی ہم تجھے اسی طرح پڑھائیں گے کہ تو اُس کو بھولے گا نہیں سوائے اس کے جو اللہ چاہے ۔

عربی زبان میں اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ کسی امر کی نفی کے لئے نہیں بلکہ یقین کے لئے آتا ہے کہ یہ بات اس قدر یقینی ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی اور اس کے الٹ نہیں کر سکتا۔

پس جو بات خُدا خود اپنی طرف منسوب کرے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ایسا کرنے پر مجبور ہے۔ بلکہ وہ خود اپنی مرضی سے ایسا کر رہا ہے ۔ اور اگر چاہے تو اس کے خلاف بھی کر سکتا ہے کیونکہ وہ ہمہ قدرت مالک مختار ہستی ہے ۔پس یہ اللہ تعالےٰ کا فیصلہ تھا کہ امت قرآن مجید کے کسی حصّے سے محروم نہ رہے اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ حضور پُرنور قرآن مجید کا کوئی حِصّہ بھی نہ بھولیں ۔ اور اگر بشری تقاضا کے مطابق کوئی حصّہ کبھی کبھار بھول بھی جائیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ کسی نے اللہ کی مرضی کو شکست دے دی بلکہ وہ بھی قانونِ قدرت کے مطابق ہو گا جو اللہ کا اپنا قانون ہے۔ البتہ ایسی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا ہے کہ امّت ایسے بھُولے ہُوئے حِصّہ سے بھی محروم نہ ہو جائے ۔چنانچہ مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ کے بعد فرمایا ۔

وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۔ (سورہ اعلیٰ)

یعنی ہم تیرے لئے آسانیوں کا حصول بھی آسان کر دیں گے ۔

اور اسکی عملی تفسیر ہم کو بخاری شریف کی ایک حدیث میں یوُں ملتی ہے: ۔

" اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسُول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں قرآن پڑھتے ہُوئے سُنا تو فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے بیشک اُس نے فلاں آیت جس کو مَیں بھُول گیا تھا یاد دلا دی ۔"

(بخاری کتاب شہادت)

اس حدیث سے ایک یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ حضور صلیّ اللہ علیہ وسلم بشری تقاضے کے مطابق سوائے اس آیت کے کوئی اور آیت بھی نہ بھولے تھے ۔ ورنہ اس کے بارے میں بھی کوئی حدیث ضرور ہوتی ۔ اور اگر کبھی عارضی طور پر بھولے بھی تو پھر اسی طرح اللہ تعالےٰ نے کسی ذریعہ سے ان کو یاد دلا دیا ہوگا ۔

مستشرقین قرآن مجید کے مکمل اور صحیح جمع ہو جانے پر اس لئے بھی شک کرتے ہیں کہ بعض آیات منسوخ بھی ہو جاتی تھیں ۔ اس لئے نظرِ ثانی کرتے وقت منسوخ آیات کو چھوڑ دیا گیا ہوگا ۔ یہ بھی ایک مفروضہ ہے کیونکہ ناسخ و منسوخ کی بحث میں ایک بھی مستند حوالہ ایسا نہیں مل سکتا کہ کوئی منسوخ شدہ آیت شاملِ قرآن

کی گئی۔ اگر نسخ فی القرآن حقیقی مسئلہ ہوتا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اس کو عمل فرما دیتے۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایک حدیث بھی وضاحتاً یا اشارتاً کسی آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہ علماء کا آپس میں اختلاف ہے کہ کونسی آیت کن حالات میں قابل عمل نہیں رہتی۔ جس کو انہوں نے غلطی سے نسخ کا نام دے دیا۔ ورنہ بہت سے علماء نے اس کو تخصیص کا نام دیا تھا اور جوں جوں بظاہر متضاد نظر آنے والی آیات کے معنی علماء کی سمجھ میں آتے گئے، منسوخ شدہ آیات کی تعداد کم ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت .... نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کی بنیاد پر نہ کہ کسی آزادئ طبع اور ذوقی کے تحت۔ اس ایمان کو زندہ کر دیا کہ نسخ فی القرآن کسی صورت میں ممکن ہی نہیں۔ بہرحال یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ باوجود غلط فہمی کے کسی آیت کو بھی منسوخ سمجھ کر خارج از قرآن نہیں کیا گیا۔ چنانچہ بخاری شریف کی ایک حدیث ہمارے دعویٰ کے ثبوت میں موجود ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابن زبیر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے کیوں فلاں آیت شامل قرآن رہنے دی جبکہ اس کو ایک اور فلاں آیت نے منسوخ کر دیا تو حضرت عثمان نے جواب دیا :-

یَا ابْنَ اَخِیْ لَا اُغَیِّرُ شَیْئًا مِنْهُ مِنْ مَکَانِهٖ ۔

یعنی میرے بھتیجے میں کوئی چیز جو قرآن میں آئی ہے بدلنے کا حق نہیں دیکھا۔

پس جہاں ناسخ و منسوخ کی کوئی روایت کسی صحابی کی طرف منسوب ہے یا تو وہ سند کے اعتبار سے قابل اعتبار نہیں یا پھر کم عمری یا کم فہمی کی بناء پر صحابی کی غلط فہمی ہے جیسے ابن زبیر اکابر صحابہ کے مقابلہ میں بہت کم عمر کے تھے۔

ایک اور امر جو مستشرقین یورپ کو جمع القرآن میں عجیب دکھائی دیتا ہے یہ ہے کہ اگر آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام قرآن کی کتابت اپنی نگرانی میں کرا گئے تھے تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اس کو پھر سے جمع کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اس پر کیوں نظر ثانی کرنا پڑی۔ یہ ان کی عجیب غلط فہمی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ڈیڑھ ہزار سال قبل بھی کاغذ اور چھپائی اور اشاعت کتب موجودہ زمانہ کی طرح اعلیٰ پیمانے پر کی جاتی تھی۔ حالانکہ چھپائی تو درکنار کاغذ بھی سہولت سے دستیاب نہ ہوتا تھا کہ ہر شخص کی اس تک رسائی ہو سکے۔ اسی لئے جب قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو لکھوایا تو معمولی کاغذ کے علاوہ چمڑے کے ٹکڑوں، پتھر کی سلوں، لکڑی کی تختیوں اور اونٹ کے شانے کی ہڈیوں کو بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے اکثر صحابہ نے قرآن مجید کو زبانی یاد کیا ہوا تھا۔ جنگ یمامہ میں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کے زمانہ خلافت میں لڑی گئی۔ اتفاق سے کافی ایسے لوگ

شہید ہوئے جن کو قرآن مجید سارا یا اس کے کچھ حصے یاد تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ وقت سے درخواست کی کہ قرآن مجید کو اب ایک جلد میں محفوظ کر لینا چاہیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول فرمایا اور حضرت زید بن ثابت کو اس کام کا بیڑا اٹھانے کو کہا۔ کیونکہ ان کو ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ قرآن لکھوایا تھا۔

اس کام میں جو احتیاط اختیار کی گئی اُس کے بارے میں بخاری کی شرح فتح الباری میں ابن ابی داؤد سے یہ روایت نقل ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ سارے کام کے اصل انچارج حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کے بارے میں درج ہے کہ کسی سے کوئی چیز قبول نہ کی جاتی تھی جب تک کہ دو گواہ اس کی تصدیق نہ کر دیں۔ گویا دو کو اس بات کی تصدیق کرتے تھے کہ یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی تھیں۔ اس طرح سارا قرآن مجید متفرق طریقوں سے لکھے ہوئے اوراق اور رقعات سے جمع کر لیا گیا۔ اور سب صحابہ نے اس کی تصدیق کی کسی ایک آیت پر بھی اختلاف نہ ہوا۔ یہ التزام اتفاق سے سورہ توبہ کی آخری دو آیات کے بارے میں ممکن نہ ہوسکا۔ علم سب کو تھا کہ یہ آیات سورہ توبہ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی تھیں۔ اور یونہی پڑھی بھی جاتی تھیں۔ لیکن سوائے ابوخزیمہ انصاری کے کسی اور کے پاس نہ تحریر شدہ تھیں اور نہ کوئی اور گواہی تھی کہ ان کو یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موجودگی میں لکھوائی تھیں لیکن چونکہ ان کے قرآن ہونے اور ان کی متعین جگہ پر کسی کو اختلاف نہ تھا اس لئے ان کو مطلوبہ گواہی سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔ اور کسی کو اس استثناء پر اعتراض نہ ہوا۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے پھر ایک مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا جس سے آئندہ زمانوں میں قرآن مجید کا محفوظ رہنا خطرہ میں دکھائی دینے لگا۔ جلد جلد فتوحات کی وجہ سے صحابہ مشرقی ایران سے لیکر شمالی افریقہ تک پھیل گئے تھے اور اکثر صحابہ قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ حصہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ یہ تحریرات وہ نہ تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لکھوائی تھیں بلکہ ایک دوسرے سے نقل کی گئی تھیں اور ہر ایک نقل کرنے والے نے اپنی قرأت یعنی تلفظ میں اس کو نقل کیا تھا۔ اس زمانہ میں عربی کی سات قرأتیں رائج تھیں۔ تلفظ کے بدلنے سے ایک ہی لفظ کے معنی دوسرے قبیلے میں بدل سکتے تھے لیکن ابتداء میں ایسا کوئی خطرہ نہ تھا۔ کیونکہ اگر کوئی لفظ مختلف تلفظ یا قرأت میں بولا یا لکھا جاتا تو اس قرأۃ میں اس کے وہی معنی ہوتے تھے جو قریش کی قرأت میں تھے جس میں پہلی بار وحی نازل ہوئی تھی۔ مختلف قبیلوں کے لوگوں کو قرآن مجید کو ایسی قرأۃ میں پڑھنے میں جو دقت ہوئی جو ان کی اپنی نہ تھی تو انہوں نے الگ الگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اپنی قرأۃ میں قرآن کو پڑھنے کی اجازت مانگی۔ تو نبئ اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ کے حضور ہدایت کے لئے

دُعا کی ۔ اس پر حضرت جبرئیل آپ کے پاس اذن الٰہی لائے ۔ اس طرح قرآن مجید مختلف قبیلوں کی قرأتوں میں پڑھا جانے لگا ۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حالات بدل چکے تھے ۔ اختلافِ قرأۃ ایسے علاقوں میں ہو رہا تھا جہاں اگر معنیٰ میں بھی اختلافات پیدا ہو جائیں تو ان کی تصحیح ناممکن تھی ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے مشورہ کے بعد پھر حضرت زید بن ثابت کو بلایا اور کہا کہ جو نسخہ تم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک جا لکھا تھا اب اس کی نقلیں بھی تیار کر دو اور سارے قرآن مجید کو قریش کی قرأۃ پر لکھ دو ۔ فتح الباری میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عثمان کا یہ عمل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک ارشاد کے مطابق تھا کہ جب انہوں نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عبداللہ بن مسعود کو دیکھا کہ کسی ایسے شخص کو جو ان کے اپنے قبیلے کا نہ تھا قرآن مجید اپنی قرأۃ میں پڑھا رہے تھے تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ ایسے شخص کو قریش کی قرأۃ میں قرآن مجید پڑھاؤ ۔

جب یہ نقلیں تیار ہو گئیں تو ایک ایک کاپی صوبہ جات کے مراکز میں بھیج دی گئی کہ اصل نسخہ قرأت اب یہ ہو گا ۔ باقی نسخے جلا دیئے جائیں ۔ صحابہ نے اس پر صاد کیا کسی صوبے سے اس کے خلاف کوئی آواز نہ اُٹھی ۔ کوئی ہنگامہ کھڑا نہ ہوا ۔ جنہوں نے اعتراض کیا بھی ان کو کم فہم قرار دیا گیا یا پھر فتنہ پرداز ٹھہرے ۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کارنامے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ابوداؤد کی حدیث میں موجود ہے :۔

"عثمان کے بارے میں سوائے کلمۂ خیر کے کچھ نہ کہو کیونکہ مصاحف سے متعلق جو کچھ انہوں نے کیا ہمارے مشورے سے کیا ۔ انہوں نے ہم سے دریافت کیا کہ تم اس مسئلہ قرأت میں کیا کہتے ہو ۔ کیونکہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں میری قرأت تمہاری قرأت سے بہتر ہے ۔

وَهٰذَا يَكَادُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا"

اور قریب ہے کہ ایسا کلمہ کفر کا ہو جائے ۔

یہ ہے پس منظر قرآن مجید کی اس عظیم الشان خدمت کا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انجام دی اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والے نسخے میں کوئی تبدیلی کی گئی تھی جس کو حضرت عثمان نے دُور کیا یا خود اس میں کوئی اضافہ کر دیا ۔

مستشرقین کو اب بھی اعتراض ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کام سے کیوں اختلاف تھا ۔ حالانکہ ان کو اس کام سے کوئی اختلاف نہ تھا ۔ بلکہ ان کو حضرت زید بن

ثابت سے اختلاف بتایا جاتا ہے کہ وہ اس کام پر کیوں مقرر کئے گئے جبکہ وہ خود زید سے پہلے وحی کی کتابت کیا کرتے تھے۔ یہ روایت عقلاً ہی درست معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ حضرت عثمان سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید کو اس کام پر مقرر فرمایا تھا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود کو اس تقرری پر کوئی اعتراض نہ ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کو رنج اس بات کا تھا کہ ان نقلوں کے ہو جانے کے بعد باقی تمام تحریرات کو جلانے کا فیصلہ کیا گیا تھا لیکن ان کو اپنا قرآن مجید بہت عزیز تھا اور وہ اس کو جلانے کے لئے تیار نہ تھے۔ اُن کو یہ نسخہ آخر خلیفۂ وقت کے حکم پر حکومت کے حوالے کرنا ہی پڑا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ ان کی ذاتی چیز ہے جو وہ کسی کو نہ دکھائیں گے۔ لیکن یہ ان کا ایک خیال تھا۔ خلیفۂ وقت اور صحابہ کو امت اور قرآن کی فکر تھی کہ ایک قرآن پر ایمان رکھنے والے آپس میں ایک دوسرے کو کافر نہ کہیں۔ اسی لئے حضرت عثمان نے اپنا قرآن بھی جلا دیا تھا اور فرمایا:۔

مَحَوْتُ مَا عِنْدِی فَامْحُوْا مَا عِنْدَکُمْ

یعنی مَیں نے جو کچھ میرے پاس تھا محو کر دیا۔ تم بھی جو تمہارے پاس ہے محو کر دو

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود معوّذتین کو قرآن مجید کا حصّہ نہ سمجھتے تھے۔ یہ غلط فہمی ان کو عہد نبوی میں ہی ہو گئی تھی۔ اس پر بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جو وہ بھی قرآن مجید کے قرّاء میں سے تھے۔ اس غلط فہمی کا ذکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا اور حقیقت دریافت کی تو حضور انور نے فرمایا۔ کہ جو کچھ مجھ پر نازل ہوا وہ مَیں نے تم کو بتا دیا اس وجہ سے تمام صحابہ ہمیشہ معوذتین کو قرآن کا ہی حصہ سمجھتے تھے۔ اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اتباع میں تمام صحابہ ان آخری دو سورتوں کو نمازوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ پڑھتے رہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنی غلط فہمی کی اصلاح نہ کی ہو۔ اگر ان کو غلط فہمی باقی رہ سکتی ہے تو ان لوگوں کو بھی غلط ہو سکتی ہے جو ان کی طرف اصلاح نہ کرے اور ضد پر قائم رہنے کی روایت کرتے ہیں۔ بہر حال اگر انہوں نے اصلاح نہ بھی کی تو بھی تمام صحابہ کے اجماع کے مقابلہ میں ان کی اکیلی رائے کوئی اہمیّت نہیں رکھتی۔

ایک قول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ زنا کی سزا رجم کے بارے میں قرآن میں کسی آیت کی موجودگی کے قائل تھے۔ جس کو شامل قرآن نہ کیا گیا۔ اس قول کی سند بھی قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت ہوتی تو صحابہ کو اس کا ضرور علم ہوتا اور سب حضرت عمر کی تائید کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود جمع القرآن میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ کیوں نہ انھوں

نے کسی ایسی آیت کی نشاندہی اسں وقت کی پھر وہ خود خلیفہ ہوئے۔ کیوں نہ اس کو اپنی خلافت کے دور میں شامل قرآن کر لیا۔ در اصل یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ زنا کی سزا رجم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر حکم الٰہی کے نہ دی تھی۔ کہیں آنے والے لوگ اس کو احکام الٰہی میں سے خارج نہ کر دیں۔ اسی لئے ان کے بارے میں یہ روایت بھی آتی ہے۔

لَوْلَا اَنْ يَّقُوْلَ النَّاسُ زَادَ عُمَرُ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَكَتَبْتُهَا۔

یعنی۔ اگر ان کو خوف نہ ہوتا کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ عمر نے کتاب اللہ میں خود اضافہ کر دیا تو اسں کو کتاب اللہ میں خود لکھ دیتے۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ راوی کا قول ہے حضرت عمر کا نہیں۔ مگر اس روایت سے یہ ضرور پتا چلتا ہے کہ صحابہ کی موجودگی میں خود ان میں سے کوئی بھی حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق جیسا دبدبہ والا خلیفہ بھی قرآن مجید میں تغیّر و تبدل کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ اور یہ امر تو خود مستشرقین کو قبول ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بعد پھر قرآن مجید میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی اسں سے قبل کے بارے میں وہ قیاسی گھوڑے ضرور دوڑاتے ہیں۔ لیکن سوائے مفروضوں کے کوئی بات ان کے ہاتھ نہیں آتی۔

یہ دوسری بات ہے کہ بعض مسلمان علماء کی علمی موشگافیوں سے ان کے مفروضوں کو ہوا ملتی ہے۔ مثلاً مامون رشید خلیفہ عباسی اور اس کے بعد چند عباسی خلفاء کے دور میں جو خلق قرآن کا شاخسانہ پیدا ہوا تو اس کے مؤیدین کے نزدیک اگر قرآن کے مختلف نسخے پائے جائیں تو ان سے خلق قرآن کے عقیدے کو تقویت ملتی تھی اس لئے جن نسخوں کو حضرت عثمان نے جلانے کا حکم دیا تھا ان کی روائتیں پھر سے جمع کی جانے لگیں اور ان کو عام کیا جانے لگا۔ ابن ابی داؤد نے المصاحف کے نام سے ان کو جمع بھی کر دیا۔ اور آرتھر جیفری نے اس بیسویں صدی میں اس کو انگریزی میں

THE MATERIAL FOR THE STUDY OF THE TEST OF THE QURAN

کے نام سے ترجمہ کر کے قرآن کے پندرہ اختلافی نسخوں کی نشاندہی کر دی۔ حالانکہ صلحائے امّت نے کبھی بھی ان نسخوں کو قابلِ التفات نہ سمجھا اور خلیفہ قادر باللہ کے زمانہ میں ایک مجلس فقہا و قضاۃ نے ایک ایسے نسخہ کو جلا بھی دیا جو حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود منٹگمری واٹ ادبرا کے لکھتے ہیں۔ کہ

"ایسے علماء بھی مسلمانوں میں ہوئے ہیں جو ساتوں قرأتوں میں قرآن کو جاننے پر فخر محسوس کرتے تھے۔"

لیکن اس بات کا بھی وہ اقرار کرتے ہیں کہ اب زمانۂ جدید میں مسلمانوں میں ایک نیا احساس پیدا ہو رہا ہے۔

یعنی اختلافی قرأتوں کی موجودگی بہرحال ناپسندیدگی کے ساتھ دیکھی گئی۔ خصوصًا زمانۂ جدید میں۔

اور ساتھ ہی بادلِ ناخواستہ یہ بھی بتانا پڑا کہ خاص طور پر زمانۂ جدید میں ناپسندیدگی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:-

زمانۂ جدید کا بدعتی فرقہ احمدیہ پراپیگنڈے کی غرض سے عثمانی مصحف سے قبل کے تمام اختلافی نسخوں کے وجود کا انکاری ہے۔

دیکھئے سلسلہ عالیہ احمدیہ عیسائیوں اور مخالفین اسلام کے لئے کس قدر کڑوی گولی ہے۔

ہم احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محمدی قوتِ قدسیہ کے فیضان کے علمبردار ہوتے ہوئے کس طرح اس بات کو تسلیم کر سکتے ہیں کہ کبھی دیدہ دانستہ مسلمان کسی ایسے نسخۂ قرآن پر بھی ایمان رکھتے تھے۔ جو مستند نہ تھا۔ جبکہ قرآن مجید سورہ حٰمٓ سجدہ میں ببانگ دہل یہ اعلان کر رہا ہو۔

اِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيْزٌ ۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ؕ

یہ ایک بڑی عزت والی کتاب ہے۔ باطل اس کے نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ یہ بڑی حکمتوں والی اور تعریفوں والی ذات اللہ کی طرف سے ہے۔

پس قرآن مجید عزت والی کتاب ہے جو حکیم و حمید ہستی اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی۔ اگر اس میں کبھی غیر اللہ کا کلام شامل ہو جائے یا اس کا کوئی حصہ اس میں سے نکال دیا جائے تو یہ کتاب نہ عزیز رہے اور نہ اللہ کی ذات حکیم و حمید رہے اور ایسی کتاب کبھی بھی انسان کیلئے طہارتِ نفس اور پاکیزگیٔ قلب کے ساتھ تعلق باللہ کا ذریعہ نہیں بن سکتی جو قرآن کا اصل مقصد ہے۔ جیسے اس آیت سے آگے فرمایا:-

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ

کہدو کہ وہ مومنوں کے لئے ہدایت و شفا ہے۔

پس ہدایت و شفا حکیم و حمید کا کلام ہی ہو سکتا ہے جس پر عمل کر کے مومنین اپنے اندر پاک تبدیلی سے تعلق باللہ سے سرفراز ہوتے رہیں گے اور اس کے کرشمے دنیا میں ظاہر کرتے رہیں گے اور یہی مقصد اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید کی خود صحیح جمع اور حفاظت کرنے کا تھا جیسے مضمون کے شروع میں عرض کیا گیا تھا۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ

ہم پر اس کے صحیح جمع کرنے کی ذمہ داری ہے۔

اور اس کے مقصد کا حصول ہماری اس ذمہ داری کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ

اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ

ہم ہی اس کے بیان کے یعنی لوگوں کا اس سے استفادہ اٹھانے کے ذمہ دار ہیں۔

گویا اس کی صحیح جمع اور اس کی حفاظت کا ثبوت اس کی تاثیرات ہوں گی۔

جماعتِ احمدیہ کا یہ ایمان ہے کہ اوّلین نزولِ وحی سے ہی اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں جمع القرآن کا کام شروع ہوا اور حضور نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ایسی صورت میں تحریر ہو چکا تھا کہ اس کو صحیح طور پر یکجا کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ خلفائے راشدین نے کہ جن کا عہد بھی وعدۂ الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی خاص برکات کے نزول کا حامل تھا۔ اس کام کو باحسن انجام دیا اور پھر اس صحیح جمع القرآن کی وجہ سے اس کے انوار و برکات کی تاثیرات کا ظہور ہر زمانہ میں ہوتا رہا اور جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ یہی ہماری بنیادی دعا ہے۔

مجالس انصار اللہ کے ماہانہ رپورٹ فارم

تمام عہدیداران مجالس مطلع ہوں کہ "ماہانہ رپورٹ فارم" نئے طبع کروا کے مجالس کو بذریعہ ڈاک بھجوا دیئے گئے ہیں۔ آئندہ تمام مجالس اپنی شعبہ وار سرگرمیوں کے معین کوائف

ماہانہ رپورٹ فارم

پُر کر کے مرکز کو ارسال کریں گی۔

یاد رہے کہ ماہانہ رپورٹ فارم پُر کر کے ہر ماہ کی دس تاریخ تک مرکز کو ارسال کرنا ضروری ہے۔

(قائدِ عمومی)

تربیتِ اولاد

مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین صاحب وکیل المال ثانی تحریک جدید

اہمیّت

تربیتِ اولاد بہت اہم فریضہ ہے۔ اس کا تعلق اسلام کی رُوح کے ساتھ ہے۔ اگر ہم ساری دنیا کو مسلمان بنالیں لیکن ان کا عمل بدستور غیر اسلامی رہے تو ایسے اسلام سے کیا فائدہ؟ بلکہ ایسا اسلام لوگوں کو غلط تاثر دیتا ہے۔ دوسری طرف اگر ہم خواہ تھوڑے ہوں مگر پکّے اور سچے مسلمان ہوں اور ہمارا عمل اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو تو تعداد کی کمی کے باوجود ہم دین و دنیا میں ایک طاقت ہوں گے اور خُدا تعالےٰ ہمارا معین و مددگار ہوگا۔ پس تربیت کا کام بہت اہمیّت کا حامل ہے۔

موجودہ زمانہ میں مغربی فلسفہ اور الحاد زوروں پر ہے اور دجال کا فتنہ گھر گھر پہنچ رہا ہے جس کا اثر نئی نسل پر پڑ رہا ہے اور وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے بیگانہ اور اسلامی معاشرے کی ضروریات سے بالکل بے خبر ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں تربیت اولاد کا کام اور بھی اہمیّت کا حامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں درج ذیل انداز کے ذریعہ ہر وقت اصلاح نفس اور تربیت کی طرف توجہ دلائی ہے:-

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ۔ (سورۃ تحریم رکوع ۱)

یعنی اے مومنو تمہارا فرض ہے کہ نہ صرف خود نیک بنو بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی بے دینی اور بداخلاقی کی آگ سے بچاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مسلمان مردوں کا یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ چوکس ہو کر رہیں اور نہ صرف خود نیکی اختیار کریں بلکہ اپنی بیویوں اور اپنی لڑکیوں اور لڑکوں اور گھر میں رہنے والے دوسرے عزیزوں کی بھی نگرانی رکھیں اور دینی اور اخلاقی امور میں اچھی تربیت کا انتظام کرکے انہیں دوزخ کی آگ سے بچائیں۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ:-

"تم میں سے ہر ایک شخص اپنی جگہ حاکم ہے اور ہر ایک سے اسکی رعیّت کے متعلق پوچھا جائیگا۔

پس وہ امیر جو لوگوں پر افسر مقرر ہے وہ ان کا حاکم ہے وہ اپنی رعیّت کے متعلق جوابدہ ہوگا۔ اور ہر مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اُس کے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائیگا اور ہر عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے اور وہ ان کے متعلق پوچھی جائے گی۔ اور غلام بھی اپنے آقا کے مال کا ذمہ وار ہے اور وہ اس کے متعلق جوابدہ ہوگا۔ خبردار! تم سب اپنی اپنی جگہ حاکم ہو اور تم سب اپنی اپنی رعیّت کے متعلق پوچھے جاؤ گے۔"

(بخاری و مسلم)

مزید یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے تربیت کے کام کو "جہادِ اکبر" کا نام دیا ہے۔ چنانچہ جب آنحضور کو ایک وقت اپنے پے درپے غزوات سے کچھ عرصہ کے لئے مہلت میسّر آئی تو آپ نے محسوس کیا۔ کہ اُوپر تلے غزوات کی غیر معمولی گہما گہمی سے وقتی فراغت کے دَوران صحابہ کہیں بے کار اور سست نہ ہو جائیں آپؐ نے اُس وقت صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا :۔

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ۔

یعنی اب ہم چھوٹے جہاد (مراد تلوار کے جہاد) سے فارغ ہو کر بڑے جہاد (مراد اخلاقی اور روحانی تربیت کے جہاد) کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

موجودہ وقت میں مذہبی جذبہ کی کمی اور کمزوری کو دُور کرنے کا بہترین نسخہ جہادِ اکبر یعنی تربیت اور نفس کے جہاد کی طرف خصوصی توجہ دینا ہے۔

پس تربیت اولاد ہمارا مذہبی فریضہ ہے اور اس کے بارہ میں ہم اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہیں اور یہ اس قدر اہم جہاد ہے کہ اگر ہم اس کی طرف خصوصی توجہ نہ دیں یا غفلت سے کام لیں تو ہم نہ صرف اپنا نقصان کریں گے بلکہ اسلام کی تعلیم کی بدنامی کا موجب بھی ہوں گے۔ جسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔

بٰقِيٰتُ الصّٰلِحَاتُ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝ (سورۃ کہف آیت ۴۷)

ترجمہ :۔ مال اور بیٹے اس ورلی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والے نیک (اور مناسب حال) کام وہی جو ان چیزوں سے لئے جائیں) تیرے رب کے نزدیک بدلہ کے لحاظ سے (بھی) بہتر اور

اُمید کے لحاظ سے بھی، بہتر ہیں ۔
گویا تربیت اولاد کے نتیجہ میں انسان نہ صرف ثواب حاصل کرتا ہے بلکہ اس کے بعد اس کے نام لیوا باقی رہتے ہیں جو کہ اس کی نیک نامی کا موجب اور آخرت سنوارنے کا موجب ہوتے ہیں ۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔
"جب انسان مرجاتا ہے تو اُس کے سب عمل ختم ہوجاتے ہیں بجز تین شخصوں کے تین کاموں کے ۔ (۱) صدقہ جاریہ ۔ (۲) یا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے :۔ (۳) یا نیک لڑکا جو اس (متوفی باپ) کے لئے دُعا کرتا ہو ۔ (مسلم)
پس نیک اولاد چھوڑنا انسان کی وفات کے بعد بھی اس کے اعمال میں اضافہ کا موجب ہے ۔

تربیتِ اولاد کی تاکید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اولاد کی تربیت کے بارہ میں بہت سے ارشادات فرمائے ہیں۔ ان میں سے چند ایک ذیل میں پیش ہیں :۔

- اپنی اولاد کی عزّت کرو اور ان کو اچھے اخلاق سکھاؤ ۔
- کوئی والد اپنے بچے کو اس کی اچھی پرورش سے بہتر اور قیمتی تحفہ نہیں دے سکتا ۔
- کسی شخص کے لئے صدقہ وخیرات کے لئے ایک اچھا غلہ دے دینے سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ اپنے بچے کی پرورش کی طرف توجہ دے ۔
- ایک بچے کا یہ حق ہے کہ اُس کا باپ اُسے پڑھنا لکھنا اور تیر چلانا سکھائے اور اس کے لئے پاک خالص اور جائز ضروریاتِ زندگی مہیا کرے ۔
- اپنے لڑکوں کو تیرنا اور تیر چلانا سکھاؤ اور اپنی لڑکیوں کو روئی کاتنا سکھاؤ ۔
- جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکی عطا کرے اور وہ اسکی تربیت کی طرف سے غافل ہوکر اسے عملاً زندہ درگور نہ کردے اور اس کے ساتھ اکرام و احترام سے پیش آوے اور اپنی نرینہ اولاد کو اس پر ترجیح نہ دے تو اسے اللہ تعالیٰ اس کے نیک عمل کی وجہ سے جنّت میں داخل کرلے گا ۔
- اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ سات سال کے ہوں اور ان کو نماز نہ پڑھنے پر سزا دو جبکہ ان کی عمر دس سال کی ہو۔ اور ان کو بستروں میں علیحدہ علیحدہ سلایا کرو ۔
- ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے والدین اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

یہ اس طرح ہے جس طرح کہ ہر مادہ جانور پورا بچہ جنتی ہے اور تم ان میں کوئی کان کٹا بچہ نہیں پاتے مگر بعد میں لوگ جانوروں کے کان کاٹ دیتے ہیں)۔

ضرورتِ توجہ

یہ سب باتیں جو کہ تربیت اولاد میں داخل ہیں خود بخود پیدا نہیں ہو جاتیں بلکہ مسلسل توجہ محنت کوشش اور صبر و تحمل اور دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کر کے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ بعض احباب مسلسل کوشش نہیں کرتے اور جلد گھبرا جاتے ہیں۔ بعض اس ذمہ داری کو اپنے کندھوں سے اتار کر والدہ یا اور کسی عزیز یا بچوں کے استاد یا مربی کے ذمہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں یہ درست نہیں یہ بہرحال ہر والد کا فرض ہے کہ وہ پوری کوشش اور توجہ کے ساتھ اپنی اولاد کی تربیت کے لئے وقت دے اور اس کی نگاہ تا نگرانی کرکے اور راہنمائی کر کے اسے اس قابل بنا دے کہ وہ باقیات الصالحات کا مصداق بنیں۔ اور ان کے اندر اسلام اور احمدیت کی ایسی شمع روشن ہو جائے جس سے ہر اگلی نسل کی شمع خود بخود روشن ہوتی چلی جائے۔

تربیت اولاد کا کام کس طرح سرانجام دیا جائے

تربیت اولاد کی ذمہ داری تین طرح سے ادا ہو سکتی ہے۔

اوّل: دینی و اخلاقی نگرانی کرکے۔ دوم: ہمیشہ نیک نصیحت کرتے رہنے سے۔

سوم: بدصحبت سے بچانے سے۔

اس تعلق میں جو بنیادی ہدایات ہمیں اسلام نے دی ہیں وہ باری باری پیش خدمت ہیں:-

۱۔ نیک ماں ۔ اولاد کی نیک تربیت کے لئے سب سے اوّل نمبر پر اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہمیشہ نیک بیویوں کے ساتھ شادی کیا کریں۔ تا اُن کے نیک اثر کے ماتحت اولاد بھی نیک ہو۔ حضورؐ فرماتے ہیں:-

"بیوی کا انتخاب چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ مال و دولت کی وجہ سے بیوی کا انتخاب کرتے ہیں۔ بعض حسب و نسب پر اپنے انتخاب کی بنیاد رکھتے ہیں۔ بعض عورت کے حسن و جمال کو دیکھتے ہیں اور بعض دین اور اخلاق کے پہلو کو مقدم رکھتے ہیں۔ مگر اے اسلام کے فرزند! جس کی اپنی قسمت میرے ساتھ وابستہ کی ہے تو ہمیشہ اخلاق اور دین کے پہلو کو مقدم کیا کر ورنہ تیرے ہاتھ خاک آلود رہیں گے۔"

اس ارشاد میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اچھی نیک اور با اخلاق ماں کا نسلی اثر اولاد کے اخلاق وعادات پر بھی طبعی رنگ میں پڑتا ہے۔ نیک مائیں اولاد پیدا ہونے کے بعد ان کی عملی تربیت میں بہت بھاری اثر رکھتی ہیں۔ اولاد کی تربیت میں ماں کا بہت بڑا دخل ہے۔ بچہ بچپن سے دن رات اس کے پاس گزارتا ہے اور اس کے ہر عمل کو دیکھتا اور اس کے ہر قول کو سنتا ہے۔

پس بیوی کے انتخاب میں نیکی اور حسن اخلاق ہونا چاہیئے اور پھر ماؤں کو اپنے بچوں کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ کرنا چاہیئے۔

۲۔ زمانہ طفولیّت سے ہی تربیت اولاد کی تاکید:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور اگر دس سال کی عمر کا ہونے پر وہ نماز نہ پڑھے تو اسے تنبیہ کرو اس سے زمانہ طفولیّت سے ہی تربیت اولاد کی تاکید کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت .... نے بھی طفولیّت کے زمانہ سے ہی تربیت اولاد کی تاکید فرمائی چنانچہ فرمایا:۔

"دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیّت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے .....
...... انسانی عمر کے کسی دوسرے حصّے میں ایسا حافظہ کبھی بھی نہیں ہوتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ طفولیّت کی بعض باتیں تو اب تک یاد ہیں لیکن پندرہ برس پہلے کی اکثر باتیں یاد نہیں ...." (تقریر جلسہ سالانہ ۱۸۹۷)

۳۔ نیک نمونہ:۔ نمونہ بڑی چیز ہے۔ گھر کی چار دیواری میں بچے اپنے والدین کا نمونہ دیکھتے ہیں اس کی نقل کرتے ہیں اور اس میں وہ فخر محسوس کرتے ہیں۔ بچے والدین کے اخلاق اور سلوک سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور ان کے رنگ میں رنگین ہونے کی سعی کرتے ہیں یا سعی نہ بھی کریں تو بے ساختہ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ پھر یہ ہے کہ بچہ سادہ ہوتا ہے اور اس کا مشاہدہ اور معائنہ کی حس تیز ہوتی ہے۔ اگر آپ کے قول اور فعل میں تضاد ہوگا تو وہ فوراً اسے نوٹ کرے گا اور آپ کی نصائح کا اس پر کوئی مفید اثر نہیں ہوگا بلکہ اُلٹا بُرا اثر ہوگا۔ اس لئے تربیتِ اولاد کے لئے یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ اپنا نیک نمونہ قائم کیا جائے اور ہم اپنے نیک نمونہ سے اپنے بچوں کے لئے صراطِ مستقیم کی نشاندہی کریں۔

حضرت .... فرماتے ہیں:۔

"پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کی سعی اور دُعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال

جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو۔"

(ملفوظات جلد ہشتم ص۱۰۹)

۴۔ عمومی نگرانی اور بروقت تنبیہ :۔ سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا (آیت ۱۳۳) اور تو اپنے اہل کو نماز کی تاکید کرتا رہ اور تو خود بھی اس (نماز) پر قائم رہ۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے نماز کی ادائیگی کی تاکید اور اپنے اہل کو اس پر پابند کروانے کے لئے لگاتار اور مسلسل نگرانی کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔

تربیت اولاد کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے بچوں کو ان کی ضروریات حتی المقدور مہیا کی جائیں اور قبل اس کے کہ وہ کوئی مطالبہ کریں خود ہی ان کی روزمرہ کی ضروریات پوری کی جایا کریں اور ساتھ کے ساتھ ان کی عمومی نگرانی بھی کی جائے۔ ان کی تعلیم ان کی نشوونما ان کی بہتر سوسائٹی ان کے لئے مفید لٹریچر اور اچھا ماحول پیدا کرنے کی ذمہ داری بھی والدین پر آتی ہے لیکن ضروری ہے کہ یہ نگرانی بھی کی جائے کہ وہ اپنا وقت کس طرح گذارتے ہیں۔ تلاوت کا اہتمام کروانا اور چند احادیث اور ادعیہ کو یاد کروانا اور الفضل اور دیگر جماعتی رسائل تشحیذ، خالد، انصاراللہ، مصباح، تحریک جدید وغیرہ ہیں۔ چنیدہ مضامین کو نشان لگا کر ان کا مطالعہ کروانا بہت مفید رہتا ہے۔

پھر بچوں کو اس بات میں بھی نگرانی کرنی چاہیئے کہ وہ حفظ مراتب کا خیال رکھیں اور بزرگوں کا احترام کریں۔ اور ان کی نصائح پر کان دھریں۔

مرزا نظام الدین حضرت ...... کے اشد ترین مخالف تھے لیکن اسکے باوجود حضور نے یہ پسند نہ فرمایا کہ بچہ اپنے کسی بزرگ کا نام ایسے رنگ میں لے جس میں کسی نوع کی تحقیر پائی جائے۔

بروقت تنبیہ کے بارہ میں حضرت .... فرماتے ہیں:۔

"بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔ ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکا اپنے جرائم کی وجہ سے پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اس آخری وقت میں اس نے خواہش کی کہ میں اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔ ماں آئی تو اس نے ماں کے پاس جاکر اسے کہا کہ میں تیری زبان کو چوسنا چاہتا ہوں۔ جب اس نے زبان نکالی تو اسے کاٹ کھایا۔ دریافت کرنے پر اس نے

کہا کہ اسی ماں نے مجھے پھانسی پر چڑھایا ہے کیونکہ اگر یہ مجھے پہلے ہی روکتی تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی!

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۷۳)

۴۔ پیار اور محبت سے وعظ ونصیحت

یہاں یہ امر واضح کرنا ضروری ہے کہ گو بچوں کو بروقت تنبیہہ اور فوراً ٹوکنا چاہیئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر وقت بچوں کے پیچھے ہی پڑے رہیں اور انہیں معمولی معمولی باتوں پر سزا دی جائے بلکہ بنیادی بات یہی ہے کہ پیار محبت اور شفقت کے ساتھ وعظ ونصیحت سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے -

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۔

یعنی لوگوں کو حق کی طرف تو ضرور بلاؤ مگر یہ بلانا جبر واکراہ کا بلانا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ حکمت اور نصیحت اور وعظ کے رنگ میں مناسب طریق پر بلانا چاہیئے ۔

پس جہاں والدین اور بزرگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے خورد سالہ عزیزوں پر بوقتِ ضرورت ایک قسم کا دباؤ رکھیں وہاں عمومی ہدایت یہی ہے کہ پیار اور محبت سے بات سمجھائی جائے ۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"مال - اولاد - بیوی - بھائیوں سے پہلے ہی سمجھ لے کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں - سب امانت خداوندی ہیں جب تک ہیں ان کی قدر - عزت - خاطر خدمت کرو .... اولاد کو مہمان سمجھنا چاہیئے اس کی خاطرداری کرنی چاہیئے - اس کی دلجوئی کرنی چاہیئے مگر خدا تعالےٰ پر کسی کو مقدم نہیں کرنا چاہیئے ۔" (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۹)

۵۔ دُعا

تربیت اولاد کے لئے دُعا سے بڑھ کر کوئی نسخہ نہیں۔ حضرت ...... بچوں کی تربیت کے معاملہ میں نصحت کرنے اور بُری صحبت سے بچانے کے علاوہ دعاؤں پر بہت زور دیتے تھے ۔ چنانچہ حضور نے اپنے بچوں کے ختم قرآنی کے موقعہ پر آمین کے رنگ میں جو اشعار فرمائے وہ اس روحانی طریق پر تربیت کی ایک بڑی دلکش مثال ہیں ۔

اولاد کے لئے التزام کے ساتھ دُعا کرنے کے بارہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بہت سے ارشادات ہیں جن میں سے چند ایک پیش ہیں ۔ حضور فرماتے ہیں :-

"میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دُعا نہیں کرتا ۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۷۲)

ایک دوسری جگہ حضور فرماتے ہیں :۔

"میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں :۔

اوّل :۔ اپنے نفس کے لئے دُعا مانگتا ہوں کہ خداوندکریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق دے ۔

دوم :۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ عین (اولاد) عطا ہو ۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں ۔

سوم :۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دُعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدّام بنیں ۔

چہارم :۔ پھر اپنے مخلص دوستوں کے نام بنام ۔

پنجم :۔ اور پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلے سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے ۔"

۶۔ اولاد سے محبت کی حد ہونی چاہیئے

اولاد سے محبت اور شفقت اس حد تک ہونی چاہیئے کہ وہ خدا کے رستہ میں قربانیاں کرنے میں حائل نہ ہو ۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۔

(سورۃ منافقون آیت ۱۰)

اے مومنو تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولادیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی گھاٹا پانے والے ہوں گے ۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

" اولاد کو مہمان سمجھنا چاہیئے اس خاطر داری کرنی چاہیئے اسکی دلجوئی کرنی چاہیئے مگر خدا تعالیٰ پر کسی کو مقدم نہیں کرنا چاہیئے ۔" (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۹)

۷۔ دنیوی تعلیم سے قبل دینی تعلیم دینا ضروری ہے

موجودہ زمانہ میں مغربی فلسفہ اور الحاد زوروں پر ہے جس کا اثر نئی نسل پر پڑ رہا ہے ۔ اس کے بداثرات سے

بچانے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ قبل اس کے کہ بچے مغربی تعلیم حاصل کریں ۔ ان کو مذہبی تعلیم سے اس قدر روشناس کرایا جائے کہ وہ مغربی تعلیم کے بداثرات کو خود بخود رد کر دیں ۔ حضرت .... جماعت کو نصیحت فرماتے ہوئے ۱۵/۵/۱۹۰۸ کو ارشاد فرمایا :۔

"حدیث ہے کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے ۔ میں پہلے مردوں کا ذکر کرتا ہوں کہ قبل اس کے جو اسلام کی حقیقت معلوم ہو اور اس کی خوبیاں معلوم ہوں پہلے ان علوم (دو بنیادی علوم) کی طرف مشغول ہو جانا سخت خطرناک ہے ۔ چھوٹے بچوں کو جب دین سے بالکل آگاہ نہ کیا جائے اور صرف مدرسے کی تعلیم دی جاوے تو ایسی باتیں ان کے بدن میں شیرِ مادر کی طرح رچ جائیں گی ۔ پھر سوائے اس کے اور کیا ہے کہ وہ اسلام سے پھر جائیں .... بہت خطرہ ہے ۔ پس ضرورت ہے کہ پہلے روز ساتھ کے ساتھ روحانی فلسفہ پڑھایا جائے ۔ جب آجکل کی تعلیم نے مردوں پر مذہب کے لحاظ سے اچھا اثر نہیں کیا تو پھر عورتوں پر کیا توقع ہے ۔ ہم تعلیم نسواں کے مخالف نہیں ہیں ۔ بلکہ ہم نے تو ایک سکول بھی کھول رکھا ہے ۔ مگر یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ پہلے دین کا قلعہ محفوظ کیا جائے تا بیرونی باطل اثرات سے محفوظ رہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو سواء السبیل تو بہ ۔ تقویٰ و طہارت کی توفیق دے ۔"

(بدر ۲۴ر مئی ۱۹۰۸ء)

۸ ۔ سلسلہ کے لٹریچر اور اخبارات کا مطالعہ

مندرجہ بالا حوالے کی روشنی میں اسلامی فلسفہ اور دین سے آگاہی کے لئے ضروری ہے کہ حضرت .... کی کتب اور اشتہارات اور مکتوبات نیز حضور کے وہ ملفوظات جو الحکم اور بدر میں چھپتے رہے ہیں اور اب کتابی شکل میں دستیاب ہیں ۔ اسی طرح حضور کی جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریروں کا مطالعہ کیا جائے یہ سب اعلیٰ ترین تربیتی مواد سے معمور ہیں ۔ اسی طرح حضور کے خلفاء کی تصنیفات اور جلسہ سالانہ کی تقریریں، اور دیگر خطابات اور تفاسیر کا مطالعہ بھی ضروری ہے ۔

۹ ۔ صحبتِ صالحین

حضرت .... اور آپ کے خلفاء کی کتابوں میں علم و حکمت کے دریا بہتے ہیں اور ان کا مطالعہ کُونُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا جلوہ گاہ ہے البتہ جہاں اس لٹریچر کا مطالعہ رکھا جائے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ بچوں

کو عملاً نیک صحبت میں بیٹھنے کا موقع مہیا کیا جائے تا کہ ان میں اچھی عادتیں پیدا ہوں ۔ پس اچھی تربیت حاصل کرنے کے لئے ایک اور نہایت مؤثر ذریعہ نیک لوگوں کی صحبت ہے ۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے :۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۔

یعنی اے مومنو! خدا سے ڈرتے رہو اور ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو قول اور عمل کے صادق ہیں ۔

نیک لوگ جو قول اور عمل کے صادق ہوں اور جنکی زندگیاں رضاء الٰہی کے مطابق ہوں اپنے اندر ایک مقناطیسی قوت رکھتے ہیں اور کوئی پاک اور سعید فطرت انسان جب ان کی صحبت میں آئے تو ان کی روحانی کشش اسے بے حد متأثر کرتی ہے ۔ پس جو انقلاب ایک صالح اور صادق عاشق الٰہی کی قوت قدسی اور روحانی کشش سے آسکتا ہے وہ اور کسی چیز سے نہیں آسکتا ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کو صحبت صالحین کا موقع مہیا کریں اور حضور کے کسی صحابہ جو ہمارے درمیان موجود ہیں اور جماعت کے دیگر نیک بزرگوں کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کرتے رہیں ۔

حرفِ آخر

تربیتِ اولاد کا اہم کام مسلسل جدوجہد، صبر اور تحمل اور لگاتار توجہ اور نگرانی اور حکمت علی اور محبت و شفقت اور عمدہ نمونہ اور دعاؤں کا محتاج ہے ۔ موٹی موٹی باتیں بیان ہو چکیں اب خاکسار اپنا مضمون حکیم مطلق کے ان زرّیں الفاظ پر ختم کرتا ہے جو اس نے اپنے پُر حکمت نبی حضرت لقمان علیہ السلام کی زبان سے ان کے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمائے ہیں ۔ جو کہ تربیت اولاد کے سنہری گُر پر مشتمل ہیں ۔ آیات قرآنی کا ترجمہ درج ذیل ہے :۔

"اور ہم نے لقمان کو حکمت دی تھی اور کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر ۔ اور جو شخص بھی شکر کرتا ہے اسکے شکر کرنے کا فائدہ اُسی کی جان کو پہنچتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے (اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ) اللہ سب قسم کے شکروں سے بے نیاز ہے (اور) بڑی حمد والا ہے ۔ اور یاد کر جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے میرے بیٹے! اللہ کا شریک کسی کو قرار مت دے ۔ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے ۔ اور ہم نے یہ کہتے ہوئے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کر ۔ انسان کو اپنے والدین کے متعلق (احسان کرنیکا) تاکیدی حکم دیا تھا اور اسکی ماں نے اسے کمزوری کے بعد ایک دوسری کمزوری (کے بعد کمزوری) کے دوران میں اٹھایا تھا اور اسکا دودھ چھڑانا دو سال کے عرصہ میں تھا ۔ (یاد رکھو کہ) میری طرف (تمھیں) لوٹ کر آنا ہوگا ۔ اور اگر وہ دونوں تجھ سے بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک مقرر کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی بات مت مانیو ۔ ہاں دنیوی معاملات میں ان کیساتھ نیک تعلقات قائم رکھیو اور اس شخص کے پیچھے چلیو جو میری طرف جھکتا ہے اور تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہوگا ۔ اسوقت میں تم کو تمہارے عمل سے خبردار کرونگا (لقمان نے کہا کہ) اے میرے بیٹے! بات یہ ہے کہ اگر ایک عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو پھر وہ (رائی کے برابر عمل کسی) پتھر میں یا آسمانوں یا زمین میں چھپا ہوا ہو تو اللہ اسکو ظاہر کر دیگا ۔ اللہ باریک سے باریک راز کو پا لینے والا اور بہت خبردار ہے ۔ اے میرے بیٹے! نماز کو (تمام شرائط سے) قائم رکھ ۔ اور معروف باتوں کا حکم دیتا رہ اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتا رہ اور جو (تنگی ترشی) تجھے پہنچے اس پر صبر سے کام لے یہ بات یقیناً نہایت ہی ہمت والے کاموں میں سے ہے ۔ اور اپنے گال لوگوں کے سامنے (غصہ سے) مت پھلا ۔ اور زمین میں تکبر سے مت چل ۔ اللہ یقیناً ہر شیخی کرنیوالے اور فخر کرنیوالے سے پیار نہیں کرتا ۔ اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو دھیما رکھا کر (کیونکہ) آوازوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھے کی آواز ہے (جو بہت اونچی ہوتی ہے) ۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

حاصل مطالعہ

نوٹ:- مولانا محمد تقی صاحب امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ایک کتاب تالیف کی ہے۔ جس کا نام ہے "احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت" اس کے بعض اقتباسات درج ذیل ہیں:- (ایڈیٹر)

غیر مسلموں سے تعلقات کی اصل صلح و امن ہے

"غیر مسلموں سے جنگ اور ارتداد کی سزا وغیرہ ان کے ظلم و زیادتی اور بغاوت کی بناء پر ہے نہ کہ کفر و شرک اور اختلاف مذہب کی بناء پر۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (سورہ حج رکوع ۶)

جن مومنوں کے خلاف ظالموں نے جنگ کر رکھی ہے اب اُنہیں بھی جنگ کی اجازت دی جاتی ہے۔

دوسری جگہ ہے:-

فَإِنْ قَاتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ (سورہ بقرہ رکوع ۲۴)

اگر وہ تم سے قتل و قتال کریں تو تم بھی اُن سے کرو۔

جنگ و سزا کی ضرورت اس لئے ہے کہ:-

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔ (سورۂ حج رکوع ۶)

اگر اللہ بعض کے ذریعہ بعض کی مدافعت نہ کرتا رہتا تو کسی قوم کی عبادت گاہ زمین پر محفوظ نہ رہتی۔ خانقاہیں گرجے، عبادت گاہیں، مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ سب ڈھا دئے جاتے۔

فقہ میں ہے:-

والقتل اما ان يكون للمحاربة كما يقوله علماءنا اوللشرك كما يقوله الخصم۔ (مبسوط جلد ۱ ص۳)

اور قتل و قتال یا جنگ کی وجہ سے ہے جیسا کہ ہمارے علماء کہتے ہیں یا شرک کی وجہ سے ہے جیسا کہ فریق مقابل کہتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، علامہ ابن تیمیہؒ کا یہ مسلک ہے:-

واما من لم يكن من اهل الممانعة والمقاتلة فلا يقتل عند جمهور العلماء (الجوامع فی السیاسۃ الالٰہیہ ص۵۵)

جو منع کرنے والے اور جنگ کرنے والے نہ ہوں انہیں جمہور علماء کے نزدیک نہ قتل کیا جائے۔

مرتد کی سزا بغاوت کی بناء پر ہے

چنانچہ ارتداد کی سزا کے بارے میں فقہ کی عبارتیں یہ ہیں:۔

ان القتل باعتبار المحاربة (المبسوط جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۰) قتل جنگ جوئی کے اعتبار سے ہے۔

دوسری جگہ ہے:۔

فیقتل لدفع المحاربة — قتل کیا جائے جنگ کے دفعیہ کی غرض سے۔

ایک اور جگہ ہے:۔

لان القتل لیس بجزاء علی الردة۔ — قتل مرتد ہونے کی سزا نہیں ہے۔

(المبسوط جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۰)

بلاشبہ شریعت میں تبدیل مذہب اور کفر بڑا گناہ ہے لیکن یہ معاملہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ہے۔ حکومت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ حکومت صرف بغاوت کی بناء پر سزا دے سکتی ہے جس میں مسلم و غیر مسلم کا کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ جس کی طرف سے بھی بغاوت پائی جائے گی اس کے خلاف کارروائی ضروری ہوگی۔ (صفحہ ۵ تا صفحہ ۵۲)

غیر مسلموں کو حکومت میں شریک و دخیل بنایا

حضرت عمرؓ نے غیر مسلموں کو حکومت میں شریک و دخیل بنایا:۔

کتب عمر بن الخطاب الی اهل الکوفة یبعثون الیه رجلاً من اخیرهم واصلحهم والی اهل البصرة کذلك والی اهل الشام کذلك۔

حضرت عمر نے اہل کوفہ، بصرہ اور شام کو لکھا کہ اپنے میں سے بہتر اور صاحب صلاحیت فرد کو منتخب کرکے بھیجیں۔

(کتاب الاموال باب فی تقبیل السواد و اختیار الولاة صفحہ ۶۶)

اور اکثر سابق غیر مسلم افسران کو مقامی باشندوں کی مرضی سے بحال رکھا۔

علامہ مقریزیؒ کہتے ہیں کہ حکومت کا مزاج بدلنے کے بعد ان سب نے ظلم و ستم کی راہیں چھوڑ دی تھیں۔

فکانت جبایتهم بالعدل — (وہ افسران کی تحصیل محصول عدل و انصاف کے ساتھ ہوگئی تھی۔)

(کتاب الخطط للمقریزی جلد ۱ صفحہ ۱۲۰)

اصل چیز حکومت کا مزاج اور اسکی پالیسی ہے۔ بسا اوقات غیر مسلم سے نظم و انتظام کی توقع مسلمان سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس بناء پر حضرت عمرؓ نے پارٹی پالیٹکس کو اس میں داخل ہونے دیا اور نہ مسلم و غیر مسلم میں کوئی تفریق کی۔ حالانکہ اس سے پہلے نظم و انتظام محدود ہونے کی وجہ سے غیر مسلموں کی زیادہ شرکت نہ تھی۔" (صفحہ ۲۲۹)

گیسٹ ہاؤس انصار اللہ کی توسیع

گیسٹ ہاؤس انصار اللہ کی توسیع کے لئے مندرجہ ذیل احباب نے مبلغ تین صد یا اس سے زائد رقوم ادا فرمائی ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

دیگر مخیر احباب بھی اس بابرکت تحریک میں حصہ لے کر وسّع مکانک کے الٰہی ارشاد کی تعمیل کا عملی مظاہرہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہو۔ آمین

۱۔ میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ناظم انصار اللہ کوئٹہ۔ ...۔۔۔ ۳۰۰ روپے

۲۔ قاضی شریف الدین احمد صاحب " ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۳۔ شیخ محمد اقبال صاحب " ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۴۔ چوہدری نصیر احمد صاحب منجانب پسر چوہدری سعید احمد صاحب نصرت آباد ضلع تھرپارکر ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۵۔ " فیض احمد صاحب نصرت آباد ضلع تھرپارکر۔ ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۶۔ حکیم فضل محمد صاحب۔ پبی ضلع پشاور ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۷۔ چوہدری فضل کریم صاحب منجانب پسران مبارک احمد۔ عبدالرحمٰن صاحب اسلامیہ پارک لاہور ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۸۔ " عطاء اللہ صاحب زرگر۔ طارق آباد کالونی خانیوال ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۹۔ " عبدالغنی صاحب زعیم انصار اللہ چک $\frac{101}{15-L}$ تیلیا نوالی ضلع ملتان۔ ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۱۰۔ سکینہ بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ میاں عبدالرحیم صاحب پراچہ مرحوم منجانب شیخ عبداللطیف صاحب پراچہ۔ سرگودھا۔ ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۱۱۔ مختار صاحب مرحوم و اہلیہ سردار بیگم صاحبہ مرحومہ منجانب پسر شیخ بشیر احمد صاحب لودی کوئٹہ ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۱۲۔ بیگم ضیاء الدین صاحب ربوہ منجانب پسر ضیاء الدین صاحب حال فرانس ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۱۳۔ غلام احمد صاحب اٹھوال مرحوم منجانب پسران امین احمد، محمد احمد صاحبان چک کھوسکی ضلع بدین ...۔۔۔ ۳۰۰ "

۱۴۔ محمد حسین صاحب خادم مسجد مبارک ربوہ منجانب پسر ممتاز حسین صاحب اعتیاز حال جرمنی ...۔۔۔ ۳۱۳ "

۱۵۔ خان حفیظ احمد خاں صاحب نائب امیر ضلع دھاڑی ...۔۔۔ ۳۱۳ "

۱۶۔ شیخ اشفاق احمد صاحب آف فیصل آباد حال دھاڑی۔ ...۔۔۔ ۳۱۳ "

۱۷۔ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود منجانب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ..... ۳۰۰ روپے

۱۸۔ حضرت سیدہ امّ طاہر صاحبہ منجانب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ۰۰۔۳۰۰ "

۱۹۔ سید محمود اللہ شاہ صاحب منجانب " " " ۰۰۔۳۰۰ "

۲۰۔ چوہدری فرزند علی صاحب فتح پور ضلع سانگھڑ ۰۰۔۳۰۰ "

۲۱۔ میاں رشید احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ فتح پور ضلع سانگھڑ۔ ۰۰۔۳۰۰ "

۲۲۔ " محمد ابراہیم صاحب " " ۰۰۔۳۰۰ "

۲۳ چوہدری مبارک علی صاحب ولد دین محمد صاحب اٹھوال بنو عاقل ضلع سکھر ۰۰۔۳۰۰ "

۲۴۔ " نذیر احمد صاحب " " " " " ۰۰۔۳۰۰ "

۲۵۔ " محمود احمد صاحب " " " " " ۰۰۔۳۰۰ "

۲۶۔ " مقبول احمد صاحب " " " " " ۰۰۔۳۰۰ "

۲۷۔ مرزا لعل محمد صاحب خوشدل صدر جماعت احمدیہ چک 23/W.B ضلع وہاڑی ۰۰۔۳۱۳ "

۲۸ ملک نصیر احمد صاحب مرحوم منجانب اہلیہ زبیدہ خاتون صاحبہ مارٹن روڈ کراچی ۰۰۔۳۰۰ "

۲۹۔ عبدالحمید صاحب چونیاں ضلع قصور۔ ۰۰۔۳۰۰ "

۳۰۔ چوہدری عطاء اللہ صاحب چک ۱۲۷ جنوبی سرگودھا ۰۰۔۳۲۵ "

۳۱۔ اخی امان صاحب منڈی پتوکی ضلع قصور ۰۰۔۳۰۰ "

۳۲۔ میاں احمد الدین صاحب کوئٹہ ۰۰۔۳۰۰ "

۳۳۔ قاضی محمد رشید خانصاحب مرحوم منجانب رفیق احمد صاحب ثاقب نائیجیریا ۰۰۔۳۰۰ "

۳۴ افتخار اختر صاحبہ مرحومہ بیگم ڈپٹی کمشنر ظفر الحق خانصاحب مرحوم منجانب شیریں خانم بیگم نور احمد صاحب تالپور۔ حیدر آباد ۰۰۔۳۰۰ "

۳۵۔ ڈاکٹر سلیم ظفر احمد، محمد ظفر احمد صاحب برادران مرحومین منجانب شیریں خانم صاحبہ تالپور بیگم میر نور احمد صاحب حیدر آباد ۰۰۔۳۰۰ "

۳۶ چوہدری نذیر احمد صاحب چک ۴۲۵ J.D.A ضلع مظفر گڑھ ۰۰۔۳۰۱ "

۳۷۔ غلام بی بی صاحبہ مرحومہ دختیر الانساء صاحبہ مرحومہ منجانب چوہدری عنایت الرحمٰن صاحب دوبئی۔ ۰۰۔۳۰۰ "

(باقی)

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

مجالس انصاراللہ کے زعماء کرام مہربانی فرما کر اپنی اپنی مجلس میں یہ جائزہ لیں کہ ماہنامہ انصاراللہ کے کس قدر مزید خریدار مہیا کئے جا سکتے ہیں اور پھر اس سلسلہ میں اپنی کوششوں کے نتائج سے قائد اشاعت مجلس انصاراللہ مرکزیہ کو مطلع فرمائیں ۔ موجودہ زمانے میں اخلاق فاضلہ کا قیام اور اخلاقی بے راہروی کا انسداد صرف اسی طرح ممکن ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم کو باقاعدگی کے ساتھ اور احسن طریق پر لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے ۔ ماہنامہ انصاراللہ نے اسی رنگ میں بیڑا اٹھایا ہے ۔ ماہنامہ انصاراللہ کا سالانہ چندہ مبلغ پندرہ روپے مقرر ہے ۔

مرزا غلام احمد
مینجر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

ضرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔